إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ

مصباح الاسلام

جس مین مذہب اسلام کی حقیقت وصداقت نہایت موثر ومہذب ودل آویز پیرایہ مین بدلائل قاطعہ ثابت کی گئی ہے اور جملہ اعتراضات مخالفین و معاندین اسلام و دھریئین وطبعیین کا کافی ووافی جواب دیا گیا ہے

مصنفہ

جناب مولوی حکیم محمد ذکی صاحب کامل فتحپوری اکبرابادی مرحوم ومغفور

جامع

منشی سراج احمد صاحب صاحب انسپکٹر پولیس ضلع ایٹہ برادر مصنف

در مطبع [illegible] طبع گردید

ابطال تناسخ

اسباب ابطال تناسخ پر

فہرست مضامین مصباح الاسلام

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الإِسْلَامُ

مصباح الاسلام

جس مین مذہب اسلام کی حقیقت و صداقت نہایت موثر و مہذب
و دل آویز پیرایہ مین بدلائل قاطعہ ثابت کی گئی ہے اور جملہ اعتراضات
مخالفین و معاندین اسلام و دہریین و طبعیین کا کافی و وافی جواب دیا گیا ہے

مصنفہ
جناب مولوی حکیم محمد ذکی صاحب کامل فتحپوری اکبرابادی مرحوم و مغفور
جامع
منشی سراج احمد صاحب صبا سب انسپکٹر پولیس ضلع ایٹہ برادر مصنف

باہتمام شیخ محمد بشیر مالک مطبع [illegible] چھپا
سنہ ۱۹۱۹ء ایٹہ یوپی

عرض حال

یہ جدید علم کلام کی قابل قدر کتاب میرے مرحوم بہائی حکیم محمد ذکی صاحب کامل فتحپوری نے ۱۹۰۴ء مین لکہی تہی۔ اس کتاب کے لکہنے کے خیال کا محرک رسالہ ترک اسلام تہا جو اونہین دنون مین آریہ صاحبان کی طرف سے بڑے اہتمام اور سرگرمی کے ساتھ شایع کیا گیا تہا۔ اگرچہ مرحوم بہائی ایک عرصے سے مرض اسہال کبدی مین مبتلا ہوکر صحت کو خیر باد کہہ چکے تہے مگر جوش اسلامی نے اوسی حالت بیماری مین اس مذہبی خدمت بجالانے پر مجبور کیا اور وہ اس کتاب کے لکہنے مین ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ مگر افسوس کہ اونہین وہ دن دیکہنا نصیب نہین ہوا کہ یہ کتاب ملک مین پہیلتی اور قوم کی طرف سے اونکے اس جگرکاوی کی داد دیجاتی اگرچہ یہ کتاب بہت جلد اونکی حیات ہی مین مکمل ہوچکی تہی اور ممکن تہا کہ اوسی زمانے مین طبع ہوجاتی۔ مگر نہ ہوسکی اور نامساعدت زمانہ نے یہ آرزو پوری نہونے دی اور وہ اس امید کو ساتھ لئیے ہوئے دار البقا کی طرف روانہ ہوگئے۔ اونکے مرض مین روز بروز زیادتی ہوتی گئی اور حالت دن بدن ابتر ہونے لگی یہان تک کہ نومبر ۱۹۰۵ء سے تو بالکل صاحب فراش ہوگئے اور بروز چہارشنبہ ۱۷ جمادی الثانی مطابق ۸ اگست ۱۹۰۶ء کو عین عنفوان شباب مین اس دنیا فانی سے رحلت کی إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ مصرعہ خدا بخشے بہت سی خوبیان تہین مرنے والے مین۔ مرحوم نے بہت کم عمر مین بہت بڑا کمال حاصل کرلیا تہا طبیعت کچھ ایسی ہمہ گیر واقع ہوئی تہی کہ جسطرف جہک پڑے کمال ہی حاصل کرکے چہوڑا۔ انگریزی اور فارسی عربی کی تعلیم مہاراجہ کالج جے پور مین پائی تہی۔ ذوق علم یہانتک تہا کہ اس شوق کے آگے تمام لذایذ دنیاوی ترک کردیئے تہے۔ حتیٰ کہ تندرستی جیسی نعمت بے بہا سے بہی ہاتھ دہو بیٹہے تہے۔ صنف سخن مین وہ

ید طولی حاصل تھا کہ شاید و باید اکثر و بیشتر فارسی لکھتے تھے۔ مگر ساتھہی مزاج مین غنا اسقدر تھا کہ جو لکھا کبھی جمع نہین کیا۔ اونکے پر
علمی۔ ادبی و اخلاقی مضامین نے جو رسالہ نیرنگ جہان جےپور اور اخبارات کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً پبلک کے پیش نظر ہوئے
اردو علم ادب مین قابل لحاظ اضافہ کیا ہے اواخر عمر مین علم طب کا شوق پیدا ہوا۔ اور حصول کمال مین اسقدر محنت کی کہ بہت ہی قلیل
زمانے مین وہ ایک قابل و فاضل حکیم بنگئے مگر افسوس عمر نے وفا نہ کی خدا نے چاہا تو اس کتاب کے ساتھہ ہی جو اب تک بدقسمتی سے معرض ناقدری گمنامی مین
ہم مرحوم کی علمی و لٹریری یادگار کو بہت جلد ایک کتاب کی صورت مین پبلک مین پیش کرینگے واللہ المستعان۔ لہ

سراج احمد

تاریخ وفات از جناب میر سید محمد ذکی صاحب ذکی پروفیسر فارسی و عربی مہاراجہ کالج جےپور

دریغ شیخ محمد ذکی کہ رفت شتاب — بسوے منزل باقی ز عالم فانی
سنین فوت و بست از لب زمانہ بلند — چہار شنبہ ز ہفدہ جمادی الثانی

١٣٢٤ه

تاریخ وفات از جناب مولوی سید صادق علی صاحب وصی مولوی فاضل جےپور

کامل ز جہان رفت و صد افسوس چنان مرد — پیوست در آن عالم و بگذشت بصد حیف
این نوحہ سالش بہ جہان یاد بماند — اے ہاے کزین دار فنا رفت بصد حیف

تاریخ وفات از جناب مولانا مولوی قاضی علیم الدین صاحب علیم سررشتہ دار رزیڈنسی جےپور

چون محمد ذکی از دار فنا رحلت کرد — دوستانش بہ نمودند بس آہ و فریاد
گفت ہاتف سن فوتش بہ علیم محزون — نوجوان مرد محمد ذکی نیک نژاد

١٣٢٤

راقم الحروف نے مضمون مرحوم کے بعض مضامین مین کہین کہین جہان تشریح و توضیح مزید کی ضرورت خیال کی ہے کچھہ اضافہ جات اپنی طرف سے کردیے ہین جو اصل مضمون کے ذیل مین حواشی مین نوٹ کر دیے گئے ہین اور اس کی احتیاط کی گئی ہے کہ مصنف کی عبارت مین جامع کا کوئی لفظ نہ ملنے پائے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا

گذارش بخدمت ناظرین

مین اس رسالہ کی تحریر پر ترک اسلام مؤلفہ دہرم پال کو دیکھکر آمادہ ہوا تھا۔ اس نظر سے بظاہر یہ ترک اسلام ہی کا جواب ہے۔ مگر اسمین جملہ معاندین اسلام خصوصًا دہریین اور طبیعین کے شکوک اور اوہام باطلہ کا ابطال ہے۔ اسلئے مین نے جواب نگاری مین ترک اسلام کے اعتراضات کی ترتیب کو نظر انداز کیا اور احقاق حق کی دو صورتون (تردید دعوی مخالف اور اثبات نفس مطلب) مین سے صرف آخر الذکر صورت کو اختیار کیا ہے تاکہ صلح کل کا مسلک برقرار رہے اور مین وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ کے تحت حکم سے باہر نہو جاؤن۔ مین نے ایک شخص مخالف کے ساکت وخاموش کرنے کے لئے دوسرے اشخاص کی دل شکنی کے لحاظ اور اپنے مذہبی حکم کے پاس سے مذاہب غیر کے عیوب ونقائص کا اظہار وبیان روا نہین رکھا۔ صرف مذہب اسلام کی حقیقت وحقیت جتنی میری بساط جسقدر میرا مبلغ علم اور جتنی میری عقل کی رسائی ہے بدلائل قاطعہ واضح کے ہے تاکہ اسلام کے ہونہار بچے جو بمقتضائے مصلحت گویا فلسفہ وطبعیات کے آغوش مین پل رہے ہین اسلام کی سچائی سے بے خبر اور تعلیم موجودہ کے اثر بد سے روحانی امراض مہلکہ مین مبتلا نہ ہو جائین۔ رہی مذاہب غیر کی حقیقت عیب وصواب وہ اون کی غیر متعصب دقیقہ رس پابند او رراہ تحقیق کے پرشوق عاجتمند اپنے آپ دیکھ لین گے۔

محمد ذکی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی توحید

دنیا مین حیث المجموع متغیر ہے اور ہر متغیر حادث۔ اور حادث کیلئے محدث ہونا ضرور ہے۔ کیونکہ کوئی چیز بطور خود پیدا نہین ہوسکتی ورنہ نقص تغیر و فنا سے مبرا ہوگی زوال و فنا ایک نقص ہے اور کوئی اپنے آپ نقص قبول نہین کرتا۔ پس جو چیز قسری طور پر زوال پذیر ہے۔ وہ اپنے وجود مین بھی محدث کی محتاج ہے اور اسی محدث کو ہم خدا کہتے ہین۔ اگر ہر چیز کا محدث جدا جدا ہوتا تو دنیا مین یہ تناسب۔ یہ انتظام اور یہ تسلسل ہرگز نہ ہوتا۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین تناسب نام کو نہین مگر یہی اختلاف اور یہی تغایر نظام اور تناسب کی وجہ ہے۔ صرف انسان ہی کو دیکھو کہ ہر ایک انسان ایک دوسرے سے طبیعت مین صورت مین انداز مین عادات مین بالکل مختلف ہے۔ کوئی کاشتکاری مین مشغول ہے کوئی تجارت مین مصروف۔ ایک لوہار ہے تو ایک سنار۔ کسی کو نساجی پسند ہے کسی کو نداّفی۔ غرض کوئی کچھ پیشہ کرتا ہے اور کوئی کچھ۔ مگر فرداً فرداً۔ ہر شخص ہر شخص کے لئے معین و مددگار ہے۔ اور ہر انسان ہر انسان کا بقاے نوع و شخص مین معاون ہے گویا ہر ایک کا سلسلہ دوسرے کے ساتھ نہایت مضبوطی کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ سلسلہ تعلق ظاہر کر رہا ہے کہ تمام دنیا کا پیدا کرنیوالا ایک ہے۔

دنیا کے ہر ذرہ مین لاکھون اور کروڑون مصلحتین ہین۔ فلاسفہ قدیم نے بہت ہاتھ پاؤن مارے مگر اوسکی حکمتون کی تھاہ نہ ملی۔ اور اب فلاسفہ جدید کی باری ہے مصرعہ۔ دور مجنون گذشت نوبت ماست ؎ ہر چیز خدا کی ہستی کی زبان حال سے گواہی دے رہی ہے شعر

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ؎ ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار ؎

مادہ جو محض بے شعور ہے اوسکے متغیرات و تصرفات اتفاقی سے اس کارخانہ حکمت آمیز کے وجود کی نسبت کیونکر کی جاسکتی۔ جو خود بیوقوف ہے اوس کے کام ایسی حکمتون پر کیونکر شامل ہو سکتے ہین بخت و اتفاق اول تو کوئی چیز نہیں اور اگر فرض کرین تو ایک مین ہوگا۔ دو مین ہوگا نہ کہ سب مین تمام مصلحتین اور حکمتین جو موجودات مین ہین اتفاقی ہرگز نہیں ہوسکتین۔ ان حقائق اور دقائق پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ جسنے موجودات کو پیدا کیا ہے وہ علیم و حکیم خبیر و بصیر و مرید و قدیم ہے اور مادہ کو ہم دیکھتے ہین کہ نہ وہ علیم ہے نہ حکیم نہ مرید نہ بصیر و خبیر نہ قدیم۔ فلاسفہ قدیم و جدید۔ قدامت کے خلاف کچ

مادہ کے سرپر دستی منڈھتے ہین ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ - مادہ صورنوعیہ یا صورجسمیہ کے مقابل ایک شے
ناقص ہے - اور تدریجاً کمال پر پہونچتا ہے - اور جو ناقص ہے وہ ضرور حادث ہے صورنوعیہ یا جسمیہ سے پیشتر مادہ کی ضرور
کوئی صورت تھی - جو صورنوعیہ وجسمیہ پر پہونچنے کے بعد جاتی رہی - اور یہ صریحی تغیر ہے - اور جو تغیر ہے وہ حادث ہے - ہر مرکب
متغیر ہے - پس مادہ بھی جو اجزا سے مرکب ہے متغیر ہوا اور جو متغیر ہے وہ فانی اور حادث ہے - سائنس دان کہتے ہین کہ جو کچھ
ہے مادہ ہے اور اوس کی حرکت ہے اور کچھ بھی نہین - تو لامحالہ مادہ یا فاعل ہوگا یا منفعل - اور علیٰ ہذا حرکت بھی - مگر مادہ کو فلاسفہ
قدیم وجدید دونون منفعل مانتے ہین - پھر اوسکا فاعل کون ہوگا؟ حرکت کو فاعل نہین کہہ سکتے - کیونکہ وہ تو ایک عرض ہے جو اوسکے
(مادہ کے) ساتھ ہی قایم ہے - کوئی اور چیز غیر مادہ نہین - ورنہ لازم آئیگا کہ خود ہی فاعل ہے اور خود ہی مفعول - اور یہ سراسر باطل ہے
پس بالضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مادہ کا فاعل کوئی اور ہے اور وہ معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی حقیقت اور ماہیت سے ایسی کامل واقفیت
رکھتا ہے جو بجز صانع اور کسی کو نہین ہو سکتی - اگر آریہ یہ کہین کہ مادہ کا موثر روح ہے تو یہ اون کے مسلمات کے خلاف ہے - جب روح
صانع ہوگئی اور مادہ کے بگاڑنے اور بنانے کی اوسکو قدرت حاصل ہے - تو خدا کی ضرورت نہین رہی اور پھر روح محدث وصانع
شئی ہے اور تعدد قدیمین بدیہی البطلان ہے - اور خدا کے سوا ے روح ومادہ کو قدیم ماننے مین ترجیح بلامرجح لازم آتی ہے
اور یہ باطل ہے - کیونکہ کوئی سبب ذہن مین نہین آتا کہ جب تینون قدیم ہین تو خدا ہی کو ان دونون پر غلبہ کیون ہوا اور یہ دونون مغلوب
کیون ہوئے - حالانکہ قرینہ یہ تھا کہ روح ومادہ دونون ملکر خدا پر غلبہ پاتے - دنیوی بادشاہ اور رعایا کی مثال اس جگہ درست
نہین - کیونکہ اس کو تو آریہ بھی مانتے ہین کہ یہ امتیاز جو بادشاہ کو رعایا پر حاصل ہوا وہ خدا کا بخشا ہوا ہے اور بادشاہ کی ترجیح کا مرجح
خداوند تعالی ہے اور جب روح اور مادہ تمام امور مین خداوند تعالی کے محتاج ہین تو اپنے وجود مین خالق حقیقی کے کیونکر محتاج
نہین - مباحثہ دیوریہ مین ایک آریہ صاحب نے روح ومادہ کی قدامت کے متعلق بیان کیا کہ روح ومادہ کو قدیم نہ مانا جائے
تو خداوند تعالی کو بھی قدیم نہین مانا جا سکتا - اسکی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ ورعایا - اگر رعایا کا وجود نہ ہو تو بادشاہ کا بھی نہ ہوگا
اس مثال کا یہ منشا ہے کہ مخلوق کے وجود پر وجود خالق موقوف ہے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا - خداوند تعالی تو جب بھی خالق بجملہ صفات
موجود تھا جب کچھ بھی نہ تھا - اور جب بھی رہیگا جب کچھ بھی نہ ہوگا - اور یہ تو بڑی موٹی بات ہے - انسان متحرک بالارادہ ہے

ناطق ہے اب سکون اور سکوت کے وقت یہ تھوڑا ہی کہا جا سکتا ہے کہ اوس سے صفت نطق و حرکت بالکل سلب ہوگئی یا وہ ناطق و متحرک ہے ہی نہین - ظاہر مافی الباب ان دونون صفتون کا ظہور تکلم و تحرک کے وقت ہوگا - پس مخلوق کے قبل بھی خداوند تعالے خالق بجمیع صفات کاملہ تھا - اس جہت سے کہ اوسکی ذات مین یہ صفات موجود تھین - اور بعد فنا مخلوق بھی ایسا ہی رہیگا - خداوند تعالے خالق ہے مگر اوسکا فعل اضطراری نہین - بلکہ اوسکے ارادہ پر منحصر اور موقوف ہے اور اوسکے ساتھ مخلوق کو علت و معلول کی سی نسبت نہین جسکی وجہ سے ہمارے آریہ دوستون کو روح اور مادہ کو بھی قدیم ماننے کی ضرورت پڑی - ورنہ خداوند تعالی خالق نہ ٹھہریگا بلکہ ایک سبب ٹھہریگا - پھر اوس سے علم و حکمت و ارادہ کی صفات کاملہ کا انتزاع لازم آئیگا - کیونکہ جو فعل اضطراری ہوگا وہ ارادہ علم اور حکمت پر مبنی نہ ہوگا - جیسے آگ کہ سوزش و حرارت اوسکا فعل اضطراری ہے اور اوسکو اپنے اس فعل مین کچھ دخل نہین ہے - پھر جب ہم مخلوقات و موجودات کی حیثیت و نوعیت کو دیکھتے ہین تو اوسکی قدرت غیر محدود پاتے ہین اور جب یہ خیال کرتے ہین کہ موجودات مین جو دقایق و حقایق ہین اونکے کشف و حل مین سلف و خلف نے کیسی دل توڑ کوششین کین اور حتی الامکان کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا پھر بھی جو پایا وہ مشتی از خروارے کی برابر ہے - اور روز بروز معلومات جدید حاصل ہونے سے ابتک یہ نہین کہا جا سکتا کہ بس دنیا کی اتنی ہی بساط ہے - تو ظاہر ہوتا ہے کہ اوسکی حکمتون کا احاطہ حد بشری سے خارج ہے - طبعیین نے اوسکے وجود سے صرف اتنی ہی بات پر انکار کیا کہ وہ محسوس نہین ہے تعجب ہے کہ وہ محسوس کو کس طرح اپنا خدا بنا سکتے ہین جو نقص حدوث و زوال فنا سے کسیطرح مبرا نہین ہو سکتا - معرفت کے دو طریقے ہین - یا تو ہم دیکھکر پہچان سکتے ہین - یا اوسکے آثار قدرت سے جان سکتے ہین - چنانچہ ہمکو اپنے خدا کی ہستی کا یقین اوسکے آثار قدرت سے ہوتا ہے - اور یہ طریقہ ایسا کثیر العمل ہے کہ خود طبعیین بھی اس پر کاربند ہین - اونھون نے لوہے کے مجذوب ہونے سے قوت جاذبہ مقناطیس کا علم حاصل کیا - اجسام کے ہبوط سے اونھون نے دریافت کیا کہ زمین مین گرویٹی (کشش) ہے اونھون صرف آثار ہی دیکھکر ان دونون قوتون کو جانا ہے - دیکھکر نہین پہچانا پس ہم اون سے بنظر ہمدردی کہتے ہین کہ اسی طرح خدا کے افعال و آثار سے اوسکے وجود کا بھی اقرار کرنا چاہیئے -

مادہ کے حدوث اور اوسکے عدم محض سے پیدا ہونے کی بابت موجودہ سائنس کے مطابق ایک

مثال - یہ ایک کلیہ قاعدہ ہے کہ جب دو چیزین باہم ملتی ہین تو ایک ایسی شئے اون مین سے پیدا ہو جاتی ہے جسکا وجود پہلے معدوم تھا

اس بات کو ذہن نشین کرنے کے لیے ہم ذرا رنگون کی ماہیت پر بحث کرتے ہین۔
اصلی رنگ تین ہین۔ سرخ۔ زرد۔ سیاہ۔ (سفید رنگ اگرچہ اصلی معلوم ہوتا ہے مگر فی الحقیقت ایسا نہین بلکہ کل رنگون کے باہم ملنے سے سفید رنگ پیدا ہو جاتا ہے)
دنیا مین جسقدر رنگ ہین وہ انہین تینون رنگون کی مختلف ترکیبون سے بنتے ہین۔
اگر ہم کالا رنگ زرد مین ملائین۔ اور سبز اور سرخ مین زرد کو امتزاج دین تو چمپئی رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ اب ان رنگون کو فرداً فرداً جس طریقہ سے ممکن ہو خوب غور سے اور کرید کرید کر دیکھیے تو کسی مین یہ دونون جدید رنگ موجود نہین ملین گے۔ کیونکہ موجود ہونے کی حالت مین یہ دو حال سے خالی نہین ہو سکتے۔ سبزی بالضرور یا زردی مین موجود ہونی چاہیے یا سیاہی مین اور علیٰ ہذا چمپئی رنگ۔ اور یہ معلوم ہو چکا کہ ایسا نہین ہے۔ پس کچھ شک نہین رہا۔ کہ کل صناعی رنگ پہلے معدوم تھے۔ اگر کہین کہ سبزی۔ زردی و سیاہی مین اور چمپئی سرخ و زرد مین موجود تھی تو یہ محال ہے۔ کیونکہ ایک حال کے لیئے ایک وقت مین دو محل لازم آتے ہین۔ پس یہی صورت مادہ کی اور متنوعات مادہ کی ہے۔ کہ ازل مین ان کے وجود کا پہلے کچھ نام و نشان نہ تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ تخلیق کیا تو اوس نے اپنے ارادہ سے اپنی **قدرت** کو (جنکو قضاء قدر کہتے ہین) منضم کر کے مادہ کو پیدا کیا اور اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ مین کُن سے یہی مراد ہے۔

خلق آدم و عیسیٰ ؑ

خداوند تعالیٰ کی قدرتین غیر محدود ہین اور وہ انسان کی طرح اسباب مستمرہ اور سامان موجودہ کا محتاج نہین اور بحیثیت خلق انسان اور خدا مین یہی فرق ہے کہ انسان اسباب و مواد کا محتاج ہے اور وہ محتاج نہین بلکہ وہ اسباب اور مواد کا بھی خالق ہے۔ پھر خلق آدم و عیسیٰ کی نوعیت کو محال سمجھنا خداوند تعالیٰ کی قدرت کو محدود ماننا ہے اور یہ سخت کوربا طنی ہے ؎ محیط است علم ملک بر بسیط ٭ قیاس تو بروے نہ گردد محیط ٭ نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد ٭ نہ فکرت بغور صفاتش رسد ٭ ہم مسلمانون کا خدا تو غیر محدود القدرت اور وہ اسباب عادی کے علاوہ اسباب و مواد پیدا کر کے ممکنات و غیر ممکنات کے خلق کی بھی قدرت رکھتا ہے جب انسان مین یہ طاقت ہے کہ بڑی بڑی حیرتناک ایجادین کر سکتا ہے جو عام طور پر ممتنع نظر آتی اور متعذر معلوم ہوتی ہین تو خدا تعالےٰ

جو انسان اور دیگر مخلوقات کا بھی خالق ہے۔ آدمؑ و عیسیٰؑ کو جدید طور سے کیونکر نہین پیدا کر سکتا۔
ہفتون کی منزلین منٹون مین طے کرنا اور ایک غیر معلوم الماہیتہ شے کے ذریعے سے ہزارون لاکھون کوس کی خبر کا آناً فاناً مین آنا جانا
یہ اور اسی قسم کے بہت سے حیرت انگیز کام انسان کر رہا ہے تو خداوند تعالیٰ تو اس سے بہت زیادہ کر سکتا ہے۔ اگر آریون کا
مفروضہ پرمیشر ایسا ہی محدود القدرت ہے تو ہم یقیناً کہتے ہین کہ ایک روز خود انسان ہی جب اوسکا علم وسیع ہوگا اور تصرف
مادیات مین پوری ترقی کریگا تو اوسکی پرمیشری کو چھین لیگا سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۵ بہت سے حشرات اور ہوام ہین جنکو
بغیر فطری طریقے کے عمل مین آئے ہوئے زندگی حاصل ہو جاتی ہے جیسے سانپ۔ بچھو وغیرہ حشرات اور کرمہائے برسات کہ اکثر
تو لدی ہوتے ہین۔ اور ظاہر ہے کہ انسان بھی حیوانات ہی کی ایک نوع ہے پھر انسان کے ابو النوع حضرت آدم کے مٹی سے
پیدا ہونے مین کیا خدشہ اور خلجان ہے۔

دوسری دلیل (پیدایش حضرت آدمؑ)

ہر نسل کا سلسلہ بالبداہت دو شخصون پر ختم ہوتا ہے۔ شیخ۔ سید۔ مغل۔ پٹھان وغیرہ جس قوم کو لو ہر ایک کی یہی صورت ہے
اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اصناف انسان بھی بصورت اجتماعی ایسے دو شخصون کی اولاد ہون گے جس سے پہلے
کسی انسان کا وجود نہو۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ سلسلہ غیر انقطاعی طور پر ہمیشہ سے چلا آتا ہے تو ہم اوسے ہدایت کرتے ہین کہ وہ
اپنے دل مین بلا تعصب غور کرے کہ میرا ادعا میرے دل کے مطابق ہے یا نہین اوسکا دل ضرور اوسکی مخالفت کرے گا۔
یعنی فطرۃً انسان تسلسل کا قائل نہین۔ اور عقلاً تسلسل محال ہے اگر بقول قایل ہم تھوڑی دیر کے لئے یہ بھی مان لین کہ انسان ازلی ہے
تو ہمارے اس سوال کا کوئی جواب نہین ہو سکتا کہ دنیا ہمیشہ ترقی پر ہے اور آبادی مستزاد ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ ایک آدمی کا نشو نما
برس کے بعد اتنا بڑا کنبہ ہو جاتا ہے کہ اوس کے ایک گھر مین گنجایش نہین رہتی اور علحدہ علحدہ طور پر انتظام منزل کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ
اموات سے بھی کمی ہوتی رہتی ہے لیکن موت کا عموماً ایک وقت مقرر ہے۔ ساٹھ۔ ستر۔ اسی یا نوے برس یعنی بڑھاپا۔ اور
اور پیدایش کا یہ حال ہے کہ عورت بارہ برس بعد اور لڑکا سولہ سترہ برس بعد اور سرد ملکون مین لڑکی سولہ سترہ برس بعد اور لڑکا چوبیس پچیس
برس بعد اپنی مانند انسان پیدا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اب اسی مقابلہ کے ساتھ زمانہ ازل سے جسکی ابتدا ہی نہین حساب کرو

اور زمین کے حدود اور اوسکی وسعت کا خیال کرو - ایک غیر محدود شے کا ایک محدود چیز مین سمانا غیر ممکن ہے اور محال - اور ہماری زمین کی جہانتک آبادی ہے اوسکو دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو آباد ہوئے کچھہ بے حساب مدت نہین ہوئی ورنہ زمین پر کوئی مکان کیا کوئی چپہ بھی قدم دہرنے کو نہین ملتا - علماے طبقات الارض (جیالوجی) کی تحقیق سے بدایت انسانی کا پتہ لگتا ہے وہ کہتے ہین کہ زمین کے طبقات زیرین مین انسان کے آثار کا کچھہ پتہ نشان نہین ہے صرف بالائی طبقہ مین اوسکا وجود پایا جاتا ہے اور وہ حیوانات سے بہت مدت بعد دنیا پر آیا ہے - غرض نسل انسانی کی ابتدا صرف دو شخصون سے ہوتی ہے جنسے پہلے کوئی انسان موجود نہ تھا اور اس مین بھی عقل تجویز کرتی ہے کہ ایک کو دوسرے پر تقدم ہو - کیونکہ دو پر ایک مقدم ہے اِس ہم دعوی سے کہتے ہین کہ اوس خالق مطلق نے محض عدم سے ایک شخص کو پیدا اور دوسرے کو اوس پہلے شخص سے پیدا کیا - کیونکہ عدم محض سے پیدا کرنے کی بہ نسبت موجود سے دوسرے شخص کو پیدا کرنا سہل ہے اور علی العموم یہ قاعدہ ہے کہ مشکل کے مقابلہ مین آسان طریقہ اختیار کیا جاتا ہے ان ہی دونون شخصون مین سے ہم پہلے کو آدم اور دوسرے کو حوّا کہتے ہین اور حضرت آدم کی اولیت کا سبب مرد کا شرف ہے عورت پر -

منشی دیرم بال صاحب نے اپنے لکچر ترک اسلام مین یہ اعتراض کیا ہے کہ کسطرح حضرت حوّا کو حضرت آدم سے پیدا کیا یہ محض تمسخر ہے - ورنہ جس خمیر سے حضرت آدم کا وجود بنا اوسی خمیر سے حضرت حوّا پیدا کی گئین - اگر کوئی طبعی انسان کو بندر کی اولاد کہے تو اوسکا یہی جواب ہے کہ عطاے تو بلقاے تو - آج تک کسی نے بندر کے بطن سے صورت انسانی کا ظہور نہین دیکھا - نہ کسی سے سنا - کیا ممکن نہین ہے کہ زمین کے طبقات بالا مین انسان کا وجود مستقل طور پر پیدا ہوا ہو - طبقات زیرین مین اوسکے آثار نہ پائے جانے سے کیونکر استدلال ہوسکتا ہے کہ اسکا مخرج حیوان ہے - بوجہ مشابہت جزئی اوسکو بندر کی اولاد سمجھنا نتیجہ عقل حیوانی ہے - اگر یہ صحیح ہوتا تو اب بھی تو کبھی ایسا مشاہدہ ہوتا - حضرت عیسیٰ کی پیدایش کے متعلق ہمارا یہ اعتقاد نہین جیسا معترض مذکور نے خیال کیا ہے اور نصاریٰ کے اعتقاد کو ہمارے سر منڈہ دیا ہے اور نہ ہمارے قرآن مجید کی یہ تعلیم ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے معترض نے نفخت فیه من روحی سے یا روح اللہ سے بوجہ عدم وقفیت دہوکا کہایا ہے یا کسی خاص غرض سے پبلک کو دہوکا دیا ہے - روح اللہ یا روحی مین اضافت تخصیص یعنی اضافت تملیکی ہے ہمارا مذہب اور خدا ہمین یہ بیشک بتلاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو خدا نے

بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اور یہ بات حضرت آدم کی پیدایش کو دیکھتے ہوئے معمولی بات ہے۔

عورت بغیر مرد کے بچہ جن سکتی ہے۔

مادہ قابل صورت ہے۔ اور صانع حقیقی علی قدر مراتب مفیض الصور۔ حکیم بوعلی سینا کا قول ہے کہ اِذَا تَحَصَّلَتْ مَادَّةٌ[۱] وَ لَبِسَتْ مِزَاجًا مَّا اُوْتِيَتْ اَصْلَحَ مَا تَحْتَمِلَهٗ مِنْ هَيْئَةٍ وَّصُوْرَةٍ وَلَمْ يُحْرَمْ اِسْتِعْدَادُهَا الْكَمَالَ الطَّبِيْعِيَّ الَّذِيْ يُحِيْطُهٗ مِنَ الصَّانِعِ[۱] رطوبات عفنہ سے بھی اسی قاعدہ کے بموجب مچھر۔ مکھی۔ کیڑے۔ مکوڑے وغیرہ پیدا ہوتے ہیں[۲] عورت کے ایام حیض بند ہو جائیں تو صانع حقیقی کا بشرط مرضی خود حسب حیثیت صورت عطا کرنا چنداں مستبعد نہیں ہو سکتا چنانچہ مرض رجا میں مختلف شکل کے جاندار جسم شاذ پیدا ہو جاتے ہیں۔ (دیکھو موجز اعظم وغیرہ کتب طب) اسی طرح اگر کسی مادہ میں قابلیت اور کوئی رطوبت صالحہ اور جوہر قابل ہے تو اوس پر صورت انسانی بھی فائض ہو سکتی ہے خواہ وہ دم طمث ہو۔ یا اور کچھ۔ جب دم طمث وغیرہ رطوبات میں صورت حیوانی کے قبول کرنے کی لیاقت ہے تو انسان بھی حیوان کی ایک نوع ہے اگر عادتاً علی العموم ایسا نہیں ہوتا تو نہ ہو۔ عقلاً محال نہیں۔ اگرچہ خون حیض ایک مادہ ناقص ہے لیکن جسطرح طبیعت مدبرہ بعض وقت اسکی اصلاح کر کے اوسکو صورت حیوانی دیدیتی ہے اوسی طرح صورت انسانی بھی خون حیض کو بشرط مرضی خالق حقیقی عطا کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض گنہگاران یہود کو خنزیر وغیرہ کی صورت میں مسخ کیا

یہ بات اون کے مقابلہ میں جو مذکورہ سابقہ عنوان میں بیان ہوئیں کوئی مشکل امر نہیں۔ تبدیل صورت باستثنائے تمیم انسان بھی کر لیتا ہے۔ لکڑی اور لوہے اور دیگر اشیاء کو مختلف اجسام اور متعدد ہیئات میں لا سکتا اور بدل سکتا ہے۔ اور جیسی اوس کی بساط اور جتنی اوسکی طاقت و قدرت ہے اپنی اور اپنے افراد نوعی کی صورت بھی بدل سکتا ہے۔ امراض کے اثر سے بھی فی الجملہ صورت میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ مرض خنازیر میں آدمی کی گردن سور کی سی۔ داء الاسد میں چہرہ شیر کا سا۔ اور داء الفیل میں پاؤں

---

[۱] جب مادہ حاصل ہو جاوے اور کوئی مزاج اختیار کر لے تو اچھی سے اچھی ہیئت اور صورت جو وہ حاصل کر سکتا ہے۔ اوسے حاصل ہو جاتی ہے اور اپنے کمال طبیعی کی استعداد سے جو صانع نے اوسے دی ہے محروم نہیں ہوتا [۲] بعض کبوتر اور مرغیاں بطور خود نر سے منفعل ہوئے بغیر انڈے دیتے ہیں جنہیں لوگ خاکی انڈے کہتے ہیں۔ سراج

ہاتھی کے سے ہوجاتے ہین - قطع نظر اسکے مختلف سنون مین انسان کی شکلین بدلتی رہتی ہین - بچپن کی صورت جوانی اور جوانی کی بڑہاپے مین نہین رہتی - جانورون کے بچون کو دیکھو کہ بڑے ہونے کے بعد اون کی صورتون مین کسقدر تغیر ہوجاتا ہے مینڈک اور تیتری کتنی شکلین بدلتی ہین - غذا معدہ مین وارد ہونے کے بعد مثل کشک شعیر اور جگر مین خون وغیرہ اخلاط اور پستان زن مین شیر اور انثیین مرد مین منی کی صورت اختیار کرلیتی ہے - خداوند تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور معدوم سے موجود کرتا ہے اوسی کی قدرت سے یہ تبادل اشکال واقع ہوتا ہے - اوسی نے بعض گنہگارون کی صورتون کو خنزیر - بندر وغیرہ کی صورت سے مسخ کیا - جب پہلی صورتین محل تعجب و اعتراض نہین تو خاص یہ صورت کیون محل تعجب اور مورد اعتراض ہے -

خداتعالی نے طوفان سے نوح کی قوم گنہگار کو غرقاب کیا

طوفان نوح پر یہود و نصاریٰ اور اہل اسلام اور بعض دوسرے مذاہب بھی بہ تغیر الفاظ متفق ہین یعنی روایتاً تو اس مین انکار کی گنجایش نہین - رہی درایت اس کے لئے ہم پیسہ اخبار کے پرچہ ۱۴ مئی ۱۹۰۳ء سے ایک فلاسفر ڈاکٹر میر صاحب کی راے جو اس عنوان (قیامت کی نسبت سائنس والون کی پیشین گویان) کے ذیل مین لکھی ہے بطور اختصار اپنی تائید مین پیش کرتے ہین انہون نے عالمگیر فنا کے متعلق لکھا ہے وہو ہذا "سب سے اول سیلاب کا خوف ہے ایسا سیلاب جس سے تمام دنیا غرق ہوجاے ہر وقت آسکتا ہے - یہ سیلاب اوس طوفان سے جو پرانے عہدنامہ بائبل کے پہلے باب مین مذکور ہے بہت عظیم ہوگا - درحقیقت تمام قومون مین تاریخی زمانہ سے قبل آبی طوفان کی روائتین موجود ہین جیسے بعض قومین طوفان نوح کہتی ہین یا تو ان روایات سے قدیم الایام مین ایک عظیم الشان تباہی کی طرف اشارہ ہے - یا یہ کہ جہانتک ہمارے قیاس کی رسائی ہے اوس سے زیادہ بڑے بڑے طوفان بھی ظہور مین آتے رہے ہین - بالفرض اگر کل دنیا کا خاتمہ آبی طوفان کے ذریعہ سے ہو تو غالباً اوسکی کوئی نہ کوئی ایسی صورت ہوگی جیسے کاراکالوا کی مصیبت جو ۱۸۸۳ء مین نازل ہوئی تھی - کہ یک بیک ایک آتشی پہاڑ کے طوفان نے سمندر کے سینہ کو چاک کرڈالا اور پچاس ہزار آدمیون کے لئے دنیا کا خاتمہ چشم زدن مین ہوگیا - تمام جزائر گرد ہو کر ہوا مین اڑ گئے - نیز آتشی جوش اور زبردست موجون کے عناد سے تمام دنیا کے سمندرون مین ایسا تلاطم پیدا ہوگیا کہ جو محکمہ ٹیلیگراف کے خواب و خیال مین بھی نہ تھا - فرض کرو کہ دنیا کے سب سے بڑے آتش فشان پہاڑ جاماکا

مین ایسا طوفان آجاوے جو کاراکاٹوا کی مصیبت سے ہزار گنا ہو تو یہ ایسا عظیم الشان طوفان ہوگا جس سے چند گھنٹہ مین
ابدالآباد تک روے زمین کی یادگارین کالعدم ہو جائین گی - شاید نہایت بلند پہاڑون کے معدودے چند متنفس باقی رہجائینگے[۵]
جنکو تباہی کے نشانات دیکھنے نصیب ہون گے اور چیونٹی اور دیمک کی طرح اپنے گھر اور یادگارین از سر نو بناوین گے" انتہی
اس راے سے طوفان نوح اور پھر تنور سے طوفان آب کے جوشزن ہونیکا امکان بخوبی ثابت ہوتا ہے - تنور وہ جگہ ہے
جس مین آگ رہے یا رکھی جاوے - پس آتش فشان پہاڑ اور زمین کے وہ بطون جو اپنے اندر آتشی مادہ لئے ہوئے ہین وہی تنور
ہین - لہذا طوفان آب کا تنور سے جوشزن ہونا محل تعجب نہین رہا - جب کسی بڑے آتشی پہاڑ کا آتشی مادہ کسی سبب سے جوش مین
آئے اور نیگیٹو اور ایکٹو قوتون کے باہمی کشاکش سے ایک مہیب اور پرخروش زوردار آواز کے ساتھ پھوٹ نکلے تو اس صدمہ سے
تمام سمندرون مین تلاطم برپا ہوتا تو ممکن ہی ہے - بلکہ اس آتشی حرارت کی وجہ سے آسمان سے بھی موسلا دھار بارش کا طوفان آنا بھی
قرین قیاس ہے - کیونکہ فلاسفران حال کا قول ہے کہ جہان آگ بکثرت روشن رہتی پائی جاتی ہے وہان بارش بکثرت ہوتی ہے
وجہ اسکی یہ ہے کہ حرارت سے بخارات متصاعد ہوتے ہین اور اوپر پہونچکر برودت ہواے زمہریری سے اون کی ناریت جو اونکو
لے اوڑتی جاتی رہتی ہے اور وہ مینہ کی شکل مین اولٹی زمین پر چلے آتے ہین اور یہی قرآن مجید مین مذکور ہے گویا ایک تنور کے
جوش سے یہ فوقانی اور تحتانی طوفان آب ہوا - ممکن ہے کہ طوفان نوح کی یہی صورت ہو اور خداوند تعالی نے اسکی اطلاع بذریعہ
وحی یا الہام حضرت نوح علیہ السلام کو دیدی ہو - چونکہ کفار آنحضرت کی عدول حکمی کے عادی تھے اور اونکے اوامر و نواہی کی تعمیل نہین کرتے تھے

---

۵ سقراط نے کتاب اربعین مین لکھا ہے کہ قیامت کے قایم ہونیکا سبب یہ ہے کہ زمین پانی پر رکھی ہوئی ہے اور پانی ہوا پر اور ہوا آگ پر - چونکہ ہوا اور
آگ بالطبع اوپر چڑہنا چاہتے ہین اور مٹی و پانی بالطبع نیچے یعنی آگ و ہوا تو یہ چاہتے ہین کہ پانی و مٹی کو ہٹا کر اوپر چڑہ جائین اسی طرح پانی و مٹی آگ و ہوا کو دبانا
چاہتے ہین لہذا ہر لحظہ ان مین کشمکش لگی رہتی ہے اور ہر ایک دوسرے کے حملے کو روکتا ہے اس لئے زمین ایک جگہ قایم ہے مگر آگ کی تاثیر زمین
مین دن بدن بڑہتی جاتی ہے - ایک دن اس کی حرارت بدرجہ غایت پہونچکر دریاون اور سمندرون مین جوش پیدا کردے گی پھر زمین سے نہایت
گرم بخارات آسمان کی طرف اوٹھین گے اوپر سے آسمان کی حرارت اوران کو گرم کردے گی اور ایک قیامت برپا ہو جائیگی - اور اسقدر حرارت پیدا ہو جائیگی
کہ اوس کے آگے نار جہنم بھی مات ہے - سراج -

اس پیشین گوئی کو بھی غلط سمجھے اور بانجام کار غرقاب ہوگئے وَذَالِکَ خُسْرَانٌ مُّبِیْنٌ اور اگر معمولی تنور ہی مان لین تو بھی کوئی محال عقلی نہین خداوند تعالی معمولی تنور کو بھی عظیم کا مخرج بنا سکتا ہے یہ خدا آریون مفروضہ خدا نہین ۔ اُس کے نزدیک آگ کا پانی مین بدل دینا کچھ بڑی بات نہین ۔

خداوند تعالی نے آگ کو حضرت ابراہیم پر گلزار کر دیا ۔

قرآن مجید مین یون وارد ہے قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰہِیْمَ اس کی ماہیت پر فلاسفہ کی سطحی نظر نہین پہونچ سکتی اس لئے نیچر پرستون نے اس کے وجود سے ہی انکار کر دیا ہے ۔ یہ معاملہ تو ایک نبی کے ساتھ کا ہے جسکو ایک مدت مدید گزر گئی مگر ابھی کا ذکر ہے انتخاب لاجواب یا پیسہ اخبار کے کسی پرچہ بابت ۱۹۰۳ء مین درج ہے ایک شخص بہار کے رہنے والے جو حضرت عبد القادر جیلانی رح کی اولاد مین ہین لاہور یا کسی اور شہر مین وارد ہوئے شہر کا نام تحقیق یاد نہین رہا اخبار مذکور مین درج ہے ایک میدان مین سرکاری طور سے دور تک آگ جلوائی گئی جہان تماشائیون کا ایک ٹھٹ لگا ہوا تھا اور وہ بزرگ کلمہ شریف پڑھتے ہوئے آگ مین داخل ہوئے بلکہ تماشائیون مین سے بھی جس نے چاہا اور جس کو چاہا اپنے ہمراہ اوس آگ مین لے گئے اور کسی کے کپڑے تک پر آنچ نہ آئی ۔

ایسا ہی واقعہ ریاست دھولپور مین ابھی ماہ مئی ۱۹۰۴ء مین ہوا ہے ۔[1]

ہم دیکھتے ہین کہ آب و خاک کی برودت اور ہوا کی حرارت کبھی خارجی سبب سے اپنی مخالف کیفیت سے مبدل ہو جاتی ہے اور صورت نوعی برقرار رہتی ہے ۔ اسی طرح اگر نار کی حرارت کسی وجہ سے مبدل بہ برودت ہو جاوے اور صورت جسمی برقرار رہے تو کیا ممکن نہین ۔ اور ہین تو کیون نہین ۔ جبکہ ہم دوسرے عناصر مین بالبداہت ایسا پاتے ہین تو عنصر نار کو مستثنی کرنے کی ہمارے پاس

[1] ۱۹۰۵ء مین اجمیر کے عرس کو جاتے ہوئے پھلیرہ جنکشن پر مولانا غلام حسین صاحب نے بھی جو نجار کے رہنے والے ہین ایک مریض طحال کا علاج نہایت حیرت انگیز طور پر کیا تھا ۔ ایک توے کو خوب آگ مین دہکایا ۔ جب وہ سرخ ہو گیا تو کچھ آیت قرآنی پڑھکر اپنے پاؤن کی ایڑی اوس توے پر رکھکر مریض کے طحال پر رکھی مریض چلا اوٹھا ۔ اوس کا پیٹ جل گیا ۔ مگر مولانا کا کچھ نقصان نہین ہوا ۔ یہ معاملہ چشم دیدہ ہے

سراج ۔

کوئی دلیل نہین ہے اور جب آگ کی حرارت جاتی رہی اور صورت جسمی بدستور رہی تو وہ بلاشبہ ایک تختۂ گلزار ہے ۔

خداوند تعالی نے زمین و آسمان کو سات روز مین پیدا کیا

خداوند تعالی قادر علی الاطلاق ہے اور ایک امر کن سے سب کچھ پیدا کر سکتا ہے اوسکا پیدا کرنا ایسا نہین جیسے ایک جولاہا تانا بانا تنکر کپڑا تیار کرتا ہے ۔ یا بڑہی کاٹ چھانٹ کر تخت بناتا ہے لیکن زمین و آسمان کو سات روز مین پیدا کرنے مین بڑی عمدہ اور بہت واضح حکمت اور مصلحت ہے ہر امر مین توسط اور میانہ روی محمود ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا اور ایک عربی حکیمانہ قول ہے اَلتَّانِیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالتَّعْجِیْلُ مِنَ الشَّیْطَانِ (جلدی کام شیطان کا ۔ دیر کام رحمٰن کا) خداوند تعالی چونکہ تمام عیوب و نقائص سے مبرا و منزہ ہے لہذا اوس نے زمین و آسمان کو ایسی مدت مین پیدا کیا جو نہ جلدی مین شمار ہو سکتا ہے نہ دیر مین ایک سے چار پانچ تک کی مدت قریب تر زمانہ پر دلالت کرتی ہے اور چھہ سات دن کی درمیانی مدت ہے اور یہ آیت اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ناقض مدعا نہین ۔

خدا خالق خیر و شر ہے

دراصل کوئی چیز بری نہین ۔ ہر شئے کچھہ نہ کچھہ ضرور مفید ہے مگر سب کے طریقے استفادہ اور رسم انتفاع جدا جدا ہین کوئی غذا کے طور پر کام مین لائی جاتی ہے اور کوئی دوا کے طور پر ۔ کوئی سواری کے لئے ہے ۔ کوئی باربرداری کے لئے ۔ کوئی کشت و زراعت مین کار آمد ہے ۔ کوئی تعمیر عمارت مین ۔ کوئی حالت صحت مین مفید ہے کوئی حالت مرض مین ۔ کسی کا اثر ابقائے قوت مین ہے اور کسی کا استرداد طاقت مین ۔ اسی طرح اخلاق بھی اللہ تعالی نے نیک ہی پیدا کئے ہین ۔ شر صرف ایک امر اعتباری ہے ۔ یعنی خیر کے عدم کو شر کہتے ہین ۔ مثلاً بے حیائی ۔ حیا کا ۔ ظلم ۔ عدل کا ۔ نامردی ۔ مردی کا ۔ جہل ۔ علم کا ۔ عدم ہے

زمین و آسمان کو چھہ دن یا چھہ وقتون مین بہ تدریج پیدا کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ خدا فاعل مطلق بالارادہ ہے اوس کا کوئی فعل اضطراری نہین ہے کیونکہ کسی چیز کا بتدریج بنانا اوس صورت مین ممکن ہے کہ اوسے اپنے ارادہ اور اختیار سے بنایا جاوے اس طرح اون کے خیالات کا رد کیا گیا ہے جو کہتے ہین کہ خدا فاعل بالاختیار نہین بلکہ فاعل بالاضطرار ہے اور مادہ قدامت مین خدا کا شریک ہے اور دنیا کے تنوعات خدا کے اختیار و ارادہ سے نہین بلکہ دورون کے مختلف اعمال کے باعث ہین
سراج

اور بلحاظ ضدیت شر لازم خیر ہے - اور خداوند تعالی کے سواے ہر چیز کے ساتھ عدم لازم و ملزوم ہے اور خیر کو صفت عدم کو منتزع کرنے مین اوسکی (خدا کی) ذات باقی غیر فانی سے تماثل تام ہوتا ہے اسلیے خداوند تعالی نے خیر کی صفت عدم کا خیر سے انتزاع نہین کیا - پس اسی منظر سے خداوند تعالی کو خالق خیر و شر کہتے - ورنہ شر جو خیر کا عدم ہے بحیثیت مخلوق نہین - یہان ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بعض اخلاق اپنی خاص وضع و وقت کے محل کے اعتبار سے فضائل ہوتے ہین اور دوسرے اعتبار سے وہی رذائل ہو جاتے ہین - ایسے رذائل تعریف شر سے علحدہ نظر آتے ہین ۔ اور جو شر یون کی گئی ہے کہ وہ عدم خیر ہے - اس کا جواب یہ ہے کہ وہان اوس فعل کے موقع اور محل کی مناسبت ہی خیر ہوتی ہے اور اوس کا عدم یعنی بے موقعہ اور بے محل ہونا شر - ہر اچھی صفت اور ہر اچھا جذبہ اگر ہم اعتدال سے کام نہ لین تو برا ہے - مثلاً قوت غضب کو اوس وقت اور اوس موقعہ پر کام مین لائین جہان ضرورت ہو تو وہ شجاعت ہے اور اگر بے موقعہ اور بے جا صرف کرین تو وہ تہور ہے جس کو علم اخلاق مین داخل رذائل دیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ (تفصیل کے لئے دیکھو صفحہ نمبر ۴۴)

ہر نیکی کے لئے شر - اور ہر بھلائی کے ساتھ برائی - کا ہونا لازمی ہے اگر ہر بھلائی کے ساتھ برائی کا وجود نہ ہوتا تو بھلائی بھلائی نہ رہتی - اگر دنیا مین کوئی بخیل نہ ہوتا تو سخاوت بھی کوئی چیز نہین رہتی - یہی صورت ہر ایک برائی کی ہے علاوہ ازین ہر بدی مین بھی کچھہ نہ کچھہ مصلحت رکھی گئی ہے اگر کوئی شخص بزدلی کی صفت مذموم ہونے کی وجہ سے سوسائٹی مین بدنام ہے تو کوئی صاحب عقل نہین چاہیگا کہ اوس مین بزدلی ذرا بھی نہ رہے - کیونکہ اگر بزدلی سرے سے فنا ہو گئی تو اوسمین قوت مدافعت اور اپنی حفاظت کرنے کی تمیز نہ رہے گی - اسی طرح ہر ایک برائی کی حالت ہے - اصل مین جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے - ہر چیز کے معتدل اور اوسط درجہ تک رہنے کا نام نیکی ہے - اور اوسکے گھٹ بڑھ جانیکا نام برائی - غرضکہ کوئی صفت فی نفسہ بری نہین ہے - بلکہ وہی ایک موقعہ پر نیکی ہے اور ایک موقع پر بدی - ہم خود اپنے طرز عمل سے اچھے اور قابل تعریف فعل کو برا اور لائق نفرین بنا لیتے ہین - مثلاً مال و دولت کی حفاظت کا خیال اگر صحیح حد تک ہے تو کفایت شعاری ہے اور اس سے بڑھ جاے تو بخل - دشمن کی مضرت اور حریف کے حملے سے بچنے کی قوت اور اعتدال کے ساتھ تو استقلال ہے اور اس سے بڑھ جاے تو بزدلی - اپنی قدر کرنے کی صفت اگر مفید و مناسب حد تک ہے تو خودداری (سیلف ریسپکٹ ہے) اور اگر بڑھ جاے تو عجب و تکبر -

سراج

کلام مجید کلام ربّانی ہے

کلام مجید کے کلام ربانی ہونے کی دلیل مین اوس کی معجزنما فصاحت اور بے مثل بلاغت اوس کے بلیغ اشارات اور دل آویز
نکات - اوسکی مختصر اور پرمعنی عبارت - اوسکی شستہ اور دلکش ماقلّ ودلّ الفاظ اور بے نظیر طریقہ ہدایت - اور اوسکے
بمرات وکرات پڑہنے اور پڑہے جانے پر دلون کا نہ اکتانا اور باوجود فراولت ومداومت اوس کے مطالعہ سے لذت جدید پانا
ایسے وجوہ ہین جنسے کوئی منصف مزاج اہل بصیرت اختلاف نہین کرسکتا - اگرچہ سلف صالح نے اس بارہ مین بہت کچھ لکہا ہے
اور بمقتضائے اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّم اوس سے زیادہ لکہنا گو محال نہین مگر قریب دشوار ہے - لیکن بضرورت مین اونہین کے
اقوال وخیالات کا اقتباس کرتا ہون - یہین سے کلام مجید کی تعلیم کا اندازہ کرنا چاہیئے) ہمارے نبی کریم صلعم نے جس زمانہ مین
ظہور فرمایا اوس زمانہ مین تمام سرزمین عرب ایسی قوم یا قومون سے آباد تہی جن کے اخلاق مدتون کی بداعمالیون کی وجہ سے
رذائل ہوکر اون کی طبیعتون مین راسخ - اونکے دل بدشرابی اور بدروشی سے سیاہ - اون کے اطوار خراب - اون کے افعال ہولناک
اوضاع مکروہ اور قابل اجتناب ہوگئے تہے - اون کے نزدیک قتل وغارت جوہر شرافت تہا اور جنگ وجدال انسانی کمال
ادنی ادنی باتون مین وہ ایک دوسرے کے خون کے ایسے پیاسے ہوجاتے تہے جیسے کوئی تہکا ہوا دہوپ کا مارا مسافر
گرمی مین ٹہنڈے پانی کا خواہشمند اور حریص ہوتا ہے - حقد وحسد - قماربازی وزناکاری - بادہ خواری ودختر کشی اونکا شعار تہا
حضرت عیسی اور حضرت موسی کے مقلدین بہی اون مین مل جل کر ہرکہ درکان نمک رفت نمک شد - کے کلیۃً مصداق ہوچکے تہے -
غرضیکہ افعال ذمیمہ واعمال قبیحہ کا مخزن وہ مقام ہورہا تہا - ظاہر ہے کہ ایسے ملک مین اور ایسے وقت مین جو شخص پیدا ہو اور سن رشد
کو پہونچے اور جسکو ایسے شخصون کی محافظت اور صحبت رہے - عقلاً ناممکن ہے کہ وہ بطور خود اعلی درجہ کے استکمال نفس اور تکمیل
نفوس پر قادر ہوسکے عادتاً اور عقلاً اوس کی عادات اور اخلاق اوضاع اور اقوار اور اوسکی خو بو اوس کے ابنا جنس کی سی ہونی چاہئے
اب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائف دیکہو - ہم یہ نہین کہتے کہ صرف مسلمانون کے ہی لکہے سوانح دیکہو - بلکہ یورپ
کے نامی اور منصف مزاجون کی کتابین دیکہو جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کا وہ سیلاب عظیم جس مین ادنی - اعلی سہول -
وظلول سب غوطہ کہارہے تہے - حضرت کی ہی ذات پاک تہی جس نے اس کو دفعتاً ایسا خشک کردیا کہ گویا تہا ہی نہین

عرب وہ عرب ہی نہین رہا۔ بجاے قتل وغارت کے اون مین اخوت ومحبت ۔ چوری وہاڑے کی جگہہ دیانت وامانت
حقد وحسد کے بدلے خیر اندیشی وصلہ رحمی ۔ اصنام پرستی کے عوض خدا پرستی آگئی اور عرب کا یاپلٹ ہو کر اخلاق مجسم بنگیا قرون
اولی کی بزرگون کے حالات عموماً اور بزرگان دین اور علماے مذہب کے سوانح خصوصاً دیکہنے سے پتہ چلتا ہے ہمارے
نبی کی تعلیم کا کیا اثر تہا کہ جنمین آگ پانی کا بیر تہا وہ کسطرح شیر وشکر ہوگئے اور اونکے اخلاق رذیلہ کیسے مبدل بہ اخلاق جمیلہ ہوگئے
جب ہم اس بات کا خیال کرتے ہین کہ آپ اوس زمانہ کے عرب مین پیدا ہوئے ۔ اونہین عربون مین بڑے ہوئے اور ہوش
سنبہالا ۔ اونہین سے سابقہ رہا ۔ اونہین سے بات چیت رہی ۔ اور آپکے اخلاق اور آپ کی تعلیم اور آپ کی ہدایت کی
تاثیر کو دیکہتے ہین تو ہم بلا رو رعایت کہہ اوٹہتے ہین کہ آپ کی ذات بابرکات خود ایک بڑی بہاری معجزہ تہی ۔ جو صفات آپ مین
موجود تہین وہ کسی غیر شخص سے سیکہی ہوئی نہین تہین اور جو ہدایات وتعلیم آپنے خلق اللہ کو کین وہ کسی دوسرے انسان کی تعلیم کا
نتیجہ نہ تہین ۔ جو خیالات اور جو اعتقادات اور جو احکام اور جو ہدایات آپ لائے ۔ اور جنکے تعلیم کے لیے آپ مبعوث ہوئے
وہ تمام عرب کے لیے نئی اور انوکہی تہین ۔ اوس زمانے مین عیسویت اور موسویت گویا کتاب مین ہی نہین رہی تہی۔
یہودیون اور نصرانیون کی کتب سماوی کو تحریفات اور تاویلات نے بالکل کا یاپلٹ کر دیا تہا اور عرب کی خو بو اونمین ایسی بس گئی
تہی کہ صاف اور کہلے ہوئے احکام کو بہولے بیٹہے تہے ۔ پہر وہ کون شخص اور کون قوم تہی جسکو آپکے خیالات کا ماخذ سمجہا جائے
آپنے سرزمین عرب سے کہین قدم بہی باہر نہین نکالا ۔ اور جہان تشریف لیگئے وہ بہی عرب ہی کی زمین تہی اور ظاہر ہے کہ جن
لوگون کے اخلاق ایسے کمینہ ۔ عادات ایسی مکروہ ۔ کردار ایسے زشت ۔ قلوب ایسے سخت ۔ اور طبائع ایسی درشت ہون
جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہین ۔ اون کی صحبت کا کیا اثر ہوگا ۔ اور اونکی تربیت کی کیسی تاثیر ہوگی ۔ اس لئے انصاف کا خون
کرنا ہے ۔ اگر آنحضرت صلعم کی تعلیم اور ہدایت کو کسی دوسرے شخص کی علم وعقل کا پرتو کہا جاے جب کہ یہود ونصاری کی
وہ حالت تہی جو یوروپین مورخین مثلاً مسٹر باسورتہ اسمتہ ۔ وگبن وغیرہ محققین نے لکہی ہے اور عرب کی یہ صورت تہی
جو مشرو حاً بیان ہوئی تو کوئی آنکہون کا اندہا عقل کا ٹس ہی معاندین متعصب کی ہان مین ہان ملا سکتا ہے ۔ بے شک ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق تہے اونکو استکمال نفس اور تکمیل نفوس اور خلق عظیم الہی تعلیم کے ذریعے سے جس کو ہماری شرع

مین علم لدنی کہتے ہین حاصل ہوا اور اون پر وحی ربانی لفظاً و معناً نازل ہوتی تھی ۔ آپ نے تعلیم ظاہری کی الف ۔ بے ۔ بھی نہین پڑہی تھی اور نہ عرب مین اوس وقت ایسی کوئی تصنیف یا کوئی کتاب جو موجب ہدایت و باعث بصیرت ہو موجود تھی زبور اور انجیل اور توریت سریانی و عبرانی مین تھین ۔ اور علماے یہود و نصاری کی تاویلات و تحریفات سے اصلی حالت پر نہین رہی تھین جو قیاس کیا جاے کہ اون سے یہ مضامین اخذ کئے ہون گے کیونکہ سریانی اور عبرانی تو درکنار آپ عربی بھی نہین لکہہ پڑہ سکتے تھے ریورنڈ راڈویل صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ مین لکھا ہے کہ ہمارے پاس اس امر کی شہادت نہین ہے کہ ہماری کتب مقدسہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دستیاب ہو گئی ہون ۔ گو صرف یہ ممکن ہے کہ عہد عتیق یا جدید کے ٹکڑے خدیجہؓ ۔ یا ورقہ یا کسی اور عیسائیون کے ذریعے سے جنکے پاس ہماری مقدس کتابون کے قلمی نسخے موجود ہون اونکے پاس پہونچ گئے ہون اور یہ امر بھی ذہن مین رکہنے کے قابل ہے کہ ہمکو کوئی صاف سراغ اس امر کا نہین ملتا کہ کوئی ترجمہ عہد عتیق یا جدید کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے کا موجود تھا (از اعجاز التنزیل) اور ریورینڈ جان فنڈر صاحب نے میزان الحق کے باب سوم مین صاف تشریح کی ہے کہ آنحضرت نے توریت اور انجیل نہین پڑہی تھین (ایضاً) ان شہادتون کو نظر انداز کر کے بعض قاصر الفہم متعصبین کہتے ہین کہ ورقہ بن نوفل اور حضرت خدیجہ کی تعلیم و مشورہ کا یہ نتیجہ تھا اوس کے جواب مین ہم کہتے ہین کہ انسان فطرۃً تعلی اور شہرت و ناموری کا مشتاق ہوتا ہے اوس کے حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کے وسائل اور ذرائع بہم پہونچاتا رہتا ہے ۔ پہر ورقہ بن نوفل نے کیون اپنی شہرت حضرتؐ کو دیدی اور آپ کیون گوشہ خمول و کس مپرسی مین پڑا رہا اور پہلے سے جبکہ وہ خود جانتا تھا تو اوسکے خیالات ایسے کیون نہ تہے جیسے اسلام نے تعلیم کئے ۔ اور دوسرے یہود و نصاری نے جو اوس کے ہم مذہب اور اونہین کتابون کے پیرو تہے جنکا وہ پیرو تھا ۔ کیون اسلامی تعلیمات کو تصدیق نہین کیا اور حضرتؐ نے جو اعتقادات تعلیم فرماے وہ مذہب عیسوی سے کیون مطابق نہین ۔ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا ماننا ۔ تثلیث ۔ اصطباغ ۔ رہبانیت ۔ روٹی شراب کے مسئلے کیون اسلام مین حضرتؐ نے جایز نہ فرماے ۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب ہونیکا کیون اقرار نہ فرمایا وغیرہ وغیرہ ۔ اس سے ظاہر ہے کہ ورقہ بن نوفل وغیرہ کی تعلیم کا اتہام محض حسد امیز اتہام ہے اور جب حضرت رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام نے دعوی نبوت کیا اور اپنے آپ کو امی کہا تو پہلے اوس سے

(ورقہ نے) کیون تصدیق کیا اور کیون باعلان نہین کہا کہ آپ کیا دعوی[1] کرتے ہین آپ کو تو مین نے مسائل دین سے واقف کیا ہے۔ برخلاف اس کے جب ابتداءً آپ اوس کے پاس آکر اپنے مشاہدے اور کیفیت وجدانی کا ذکر کیا تو ورقہ بن نوفل نے تصدیق کیا اور کہا کہ آپ پیغمبر ہوئے۔ اگر یہ کہا جاے کہ ہدایات و تعلیمات اسلامی خود حضرت ہی کی عقل اور فہم کا نتیجہ ہین تو ہم کہتے ہین کہ عقل صرف امور معاش مین اختراع و ایجاد کرسکتی ہے اور وہ بہی محسوسات کی مدد سے۔ اور عالم مجردات اور توحید باری مین جو محسوسات سے بالاتر ہین عقل ہمیشہ لنگی اور اپاہج ہے اور مبدا و معاد کی حقیقت کے ادراک مین عقل انسانی بالکل عاجز ہے۔ بڑے بڑے فلاسفر اور دانشمند جنہون نے حقایق اشیا کی تحقیق مین بڑی بڑی موشگافیان کین۔ قانون قدرت سے وہ قواعد اور وہ اصول اور ضوابط مستنبط کیے جن سے بڑے بڑے باریک لاینحل عقدے ذرا سے غور مین حل ہوجاتے ہین اور اون اصول و ضوابط سے موجودات کے طریقہ استعمال معلوم کرکے ہزارون لاکہون عجیب وغریب ایجادات و اختراعات کیے مبدا و معاد کے ادراک مین ہمیشہ اونکی عقلین ٹہوکرین کہا یا کین۔ اور کبہی اون کو اصابت راے نصیب نہین ہوئی۔ نہ کبہی

[1] آنحضرتؐ کے صداقت کے باب مین یہ امر قابل لحاظ و غور ہے کہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ لوگ ایمان لائے جو آپکے قریبی رشتہ دار عزیز و اقارب اور واقف کار تھے۔ ان لوگون سے آنحضرت کی زندگی کا کوئی واقعہ چہپا ہوا نہین تہا اگر یہ لوگ آپ کی تعلیم مین نعوذ باللہ تصنع و خودغرضی یا ریاکاری کا شمہ بہی دیکہتے یا آپ کو طلب دنیا یا مال و دولت کا خواہش مند سمجہتے تو کسطرح ایمان آپ پر لے آتے اور اپنے پیارے وطن کو خیرباد کہتے اور طرح طرح کی روحانی جسمانی اور مالی اذیتین اوٹہاتے جن واقعات پر کہ رونگٹے کہڑے ہو جاتے ہین۔ جب قریش نے دیکہا کہ آنحضرتؐ کی تعلیم و تلقین کا ایسا گہرا اثر پڑا ہے کہ طرح طرح کی تشدد اور ایذا رسانی کے باوجود لوگ اسلام پر ہتے ہوئے ہین تب اونہون نے آنحضرتؐ کو دولت و ثروت اور عزت و حکومت کا لالچ بہی دیدیا چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے پاس قریش نے مشورہ کرکے عتبہ بن ربیعہ کو بہیجا اور اوسنے اسطرح آنحضرتؐ سے گفتگو کی کہ اے ابن عم تمنے ہماری قوم مین اور قبیلون مین نااتفاقی ڈال دی ہے تمنے ہمارے معبودون کو چہوڑ دیا۔ اور ہمارے آبائی دین کی اور دیوتاؤن کی مذمت کرتے ہو ہماری تمسے ایک درخواست ہے خوب سوچ لو کہ اس تجویز کے منظور کرلینے سے تمہارا مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر تم اس بات سے دولت حاصل کرنی چاہتے ہو تو ہم اسقدر دولت جمع کردینگے کہ ہم مین سے کسیکے پاس اسقدر دولت نہ نکلے۔ اگر عزت و آبرو کی آرزو ہے تو ہم تمکو اپنا سردار بنائے لیتے ہین۔ اگر حکومت کی تمنا ہے تو ہم تمکو اپنا بادشاہ بنا لینگے۔ اگر کسی آسیب یا جن کا سایہ ہوگیا ہے تو ہم تمہارا علاج کرائین۔ آنحضرتؐ اس تقریر کو سنکر اسکے جواب مین قرآن مجید کا بااثر معجز نما کلام سورہ حٰم تنزیل من الرحمٰن الرحیم لا اخرایۃ پڑہکر سنایا۔ اور اون آیتون کو تلاوت فرماکر آنحضرتؐ نے عتبہ سے فرمایا کہ مینے تجہکو خدا کا پیغام پہونچا دیا اب تجہی اختیار ہے جو راستہ بہتر معلوم ہو دوسے اختیار کر۔

اون کی باہمی رایون مین اتفاق ہوا۔مصری اگلے زمانہ مین نہایت عالم اور فلاسفر ہوتے تھے۔یونان کے مشہور حکیم
فیثاغورث اور **افلاطون** نے تکمیل علوم مصر مین کی۔مصری طرح طرح کی ایجاد اور انواع انواع کے اختراعات کیا کرتے
تھے۔ستارون کی حرکات پر سب سے پہلے مصری ہی مطلع ہوئے۔علم ہندسہ انہین نے ایجاد کیا۔فن عمارت۔رنگ آمیزی
سنگ تراشی کو انہین نے درجہ کمال تک پہونچایا۔لیکن دین اور مذہب کے معاملہ مین یہ بہت ہی گری ہوئی حالت مین تھے
بتون کی بہ کثرت پرستش کرتے تھے۔اور چاند۔سورج وغیرہ سیارون کی ہی پوجا نہین کرتے تھے۔بلکہ اون کے معبود۔بیل۔
کتا۔بھیڑ۔بلی۔مار۔لک لک بھی تھے۔اون کے حیوانی معبودون مین سانڈ ایپس سب سے زیادہ معزز معبود تھا۔جب
ہائرو بادشاہ سسلی نے حکیم سائلو ینڈیز سے حقیقت باری تعالی کے متعلق سوال کیا تو وہ مدتون جواب کے لیے مہلتین
لیتا رہا جب بادشاہ نے بار بار مہلت لینے کا سبب پوچھا تو اوس نے کہا کہ یہ مضمون فہم و ادراک سے بہت بالاتر ہے
جتنا غور و فکر اس کے کشف حقیقت مین کیا جاتا ہے اوتنی ہی حیرت بڑہتی جاتی ہے۔

کنفیوسش جو حکماء چین کا مقتدا اور نہایت عقیل و فہیم تھا جب اوس سے آخرت کے متعلق سوال کیا گیا تو اوس نے
کمال دانائی سے بروے انصاف جواب دیا کہ جب دنیا مین ہزارون لاکھون چیزین ہماری نظر سے مخفی ہین تو وہان تک
ہماری عقل کیونکر پہونچ سکتی ہے۔غرض جب حکما اور فلاسفرون کے مبدا و معاد مین یہ حال ہے تو کوئی معمولی آدمی بلا توفیق
ایزدی و الہام ربانی مبدا کی حقیقت کیا ظاہر کرسکتا ہے **ایڈورڈ گبن** لکھتا ہے "کہ قرآن خدا کی وحدانیت پر ایک عمدہ
شہادت ہے۔مکہ کے پیغمبر نے بتون کی۔انسان کی۔ثوابت اور سیارون کی پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کیا کہ جو شے
طلوع ہوتی ہے غروب ہوجاتی ہے۔جو حادث ہے فانی ہے اور جو قابل زوال ہے وہ معدوم ہوجاتی ہے۔اوس نے
اپنی معقول سرگرمی سے کائنات کے بانی کا ایک ایسا وجود تسلیم کیا کہ جسکی ابتدا ہے نہ انتہا۔نہ کسی شکل مین متشکل۔نہ کسی
مکان مین محدود و نہ کوئی اوس کا ثانی موجود ہے جس سے اوس کو تشبیہ دے سکین۔وہ ہمارے نہایت خفیہ ارادون پر بھی آگاہ
رہتا ہے بغیر کسی اسباب کے موجود ہے۔اخلاق اور عقل کا کمال جو اوس کو حاصل ہے اپنی ہی ذات سے حاصل ہے۔ان
بڑے حقایق کو پیغمبر عربی صلعم نے مشہور کیا اور اوس کے پیرون نے اوس کو نہایت مستحکم طور سے قبول کیا اور قرآن کے

مفسرون نے معقولات کے ذریعہ سے اس کی تشریح وتصریح کی ایک حکیم جو خدا تعالی کے وجود اور اوس کی صفات پر اعتقاد رکھتا ہو مسلمانون کے مذکورہ بالا عقیدہ کی نسبت یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ایسا عقیدہ ہے جو ہمارے موجودہ ادراک اور قوائے عقلی سے بہت بڑہکر ہے۔ اس لئے کہ جب ہمنے لا معلوم (خدا) کو زمان و مکان اور حرکت اور مادہ اور حس اور تفکر کے اوصاف سے مبرا کر دیا پہر ہمارے خیال کرنے اور سمجھنے کے لئے کیا چیز باقی رہی وہ اصل اول (یعنی توحید ذات وصفات باری) جسکی بنا قرآن و وحی پر ہے۔ محمد صلعم کی شہادت سے استحکام کو پہونچی۔ چنانچہ اوس کی معتقد ہندوستان سے لیکر مراکو تک نو کروڑ کے لقب سے ممتاز ہین انتہی۔ (از اعجاز التنزیل) حضرت کی امیت کے دعوی کو بطور روایت تو ہم ثابت کر آئے ہین۔ لیکن تشفید کلام کیلئے انسائیکلوپیڈیا برٹانکا کے محقق مولفین کے قول کو نقل کئے دیتے ہین "اگرچہ محمد کی طبیعت مین ہر شے کی تہ پر پہونچ جانیکا ایک قدرتی وصف تہا مگر تعلیم اوسکی بہت ناقص ہوئی تہی اور اس مین بہی شک ہے کہ وہ لکہہ پڑہ سکتا بہی تہا یا نہین بلکہ زبان عربی کے قواعد نظم و قوافی سے وہ اس قدر ناواقف تہا کہ ایک شعر بہی بغیر کچھ نہ کچھ غلطی کئے نہین پڑہ سکتا تہا۔ چنانچہ اسی کیطرف اشارے کے طور پر قرآن کی ایک مشہور و معروف سورت مین خدا نے یون کہا ہے۔ ہمنے محمد کو فن شاعری نہین سکہلایا اور نہ اوس کے لئے شاعر ہونا ضروری ہے انتہی۔ اور ایک جگہہ فرمایا ہے۔[1] وما کنت تتلو من ایات الکتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون۔ ایڈورڈ گبن۔ سر طامس کارلائل۔ جان ڈیون پورٹ اور مسٹر باسورتھ اسمتھ صاحبان نے بہت صراحت سے لکھا ہے کہ انحضرت پڑہنا لکہنا نہین جانتے تہے۔

انہ لقول رسول کریم

مباحثہ دہلی مین ایک آریہ صاحب نے اس آیت سے قرآن مجید کے کلام الہی نہ ہونے پر احتجاج کیا ہے اور اس کو کلام رسول ٹہرایا ہے۔ یہ حجت محض ناواقفیت و بے علمی پر مبنی ہے۔ واضح ہو کہ رسول (پیغامبر) واسطہ ہوتا ہے درمیان مرسل اور مرسل الیہ کے۔ اور رسول کا منصب ہوتا ہے کہ مرسل کے پیغام کو بکاتون مرسل الیہ کو پہونچا دے۔ پس رسول

[1] اے پیغمبر اس سے پہلے نہ تو تم کوئی کتاب پڑہتے تہے اور نہ تم کو اپنے ہاتھ سے لکہنا آتا تہا اگر ایسا ہوتا تو ان باطل پرستون کو قرآن کے من اللہ ہونے مین شبہ کرنے کا موقع تہا۔ نگار ما کہ بمکتب نرفت خط ننوشت۔ بغمزہ مسئلہ آموز صد معلم شد۔

(پیغام بر) کے جو الفاظ ہونگے وہ مرسل کی زبان اور مرسل کے الفاظ ہونگے یہان مرسل سے مراد جبریل امین علیہ السلام
ہین اور اسی مصلحت اور فائدہ کے لیے بجائے جبریل کے رسول فرمایا ہے اور چونکہ رسول یعنی پیغامبر ایسے ویسے بھی ہوتے
ہین جو پیغام یا پیغام کے الفاظ مین الٹ پھیر اور تصرف بھی کر دیا کرتے ہین جس سے مرسل کی منشا مین خلل پڑجاتا ہے
اس لیے خدا تعالی نے رسول کی صفت کریم بیان کرکے سارے شکوک مٹا دیے۔ یعنی یہ رسول ایسا نہین جو اپنی طرف
سے کچھ گھٹا بڑھا دے۔ بلکہ بزرگ ہے۔ اس سے ایسی حرکت ہرگز نہین ہو سکتی اور یہ قول یعنی کلام ہمارا (کہ ہم پیغام بھیجتے
ہین) ہے۔ معترض نے محض دہوکہ دہی کی غرض سے اس آیت کے اولٹے معنی کیے ۔ ؎ برو این دام بر مرغ دگر نہ کہ
عنقا را بلند است آشیانہ۔

قرآن مجید کے کلام ربانی ہونیکی دوسری دلیل

قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے کی قوی دلیل یہ ہے جسکا قرآن نے بطور تحدی اعلان کیا ہے۔ ان کنتم فی ریب مما
نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین ٭ یعنی تم کو
اس خبر مین شک ہے جو ہمنے نازل کی ہے اپنے بندے پر تو اوس کے ایک ٹکڑے ہی مانند لاؤ اور خدا کے سوا اپنے حمایتون
کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر سورہ یونس مین فرمایا۔ ام یقولون افتراہ قل فاتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم
من دون اللہ ان کنتم صادقین ٭ یعنی کیا کافر کہتے ہین کہ قرآن کو یونہین بنالیا ہے تو اون سے کہدے کہ اگر سچے ہو تو
تو اوس کے ایک ٹکڑے کی مانند تم بھی بنا لاؤ۔ اور خدا کے سوا جسکو مدد کے لیے بلا سکتے ہو بلا لو۔ ایک جگہ سورہ بنی اسرائیل
مین فرمایا ہے۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن
لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا یعنی اگر جن و انس اس پر جمع ہو جائین (متفق ہو جائین) کہ مثل
اس قرآن کے لاوین تو نہین لا سکین گے اگرچہ بعض اون مین سے بعض کے مددگار ہی ہون۔ تیرہ سو برس سے زیادہ اس
دعوی کو ہوگئے مگر اب تک نہ تو عرب مین کوئی اوٹھا جنکی عربی مادری زبان تھی اور ہے اور جنکی فصاحت و بلاغت کی دہاک
بیٹھی ہوئی تھی اور نہ اور قومون مین سے جنہون نے سعی اور کسب کے ذریعے اس زبان مین ملکہ راسخہ پیدا کیا ہے کوئی کھڑا ہوا کہ اس

دعوی کے مقابل ایک ٹکڑا ہی بناکر دکہاوے - حالانکہ ان مین سیکڑون نہین بلکہ لاکہون ہی مخالفین اسلام تہے اور ہین - بلکہ منصف
مزاج مخالفین کو اسکی فصاحت ہدایت انگیز کا اقرار کرتے ہی بن پڑا - چنانچہ راڈویل صاحب اپنے دیباچہ ترجمہ قرآن مین لکہتے
ہین کہ ایک نہایت اعلی درجہ کی عمیق سچائی ہے جو ایسے الفاظ مین بیان کی گئی ہے جو باوجود اختصار کے قوی اور کثیر الدلالت
اور بلیمانہ حکمت سے بہری ہوئی ہین - (از اعجاز التنزیل) سچ ہے اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ - یہ بات از روے
تجربہ مسلم ہے کہ جب کوئی شاعر یا ناثر اپنے سے زیادہ فصیح شخص کی تصنیفات کا مطالعہ کرتا ہے تو اوس کی زبان مین اوس
شخص کا سا رنگ آجاتا ہے اور اکثر موقعون پر کثرت مشق اور کثرت مطالعہ کی وجہ سے اس کے کلام مین بہی وہی آن بان
اور وہی فصاحت وبلاغت پیدا ہوکر رنگ سے رنگ بالکل مل جاتا ہے - اور بعض اوقات کثرت مشق سے اوس شخص کا کلام
اوس شخص کے کلام پر فوق لیجاتا ہے - یا یونکہو کہ انسان انسان کے قول وفعل کا ہوبہو فوٹو اوتار سکتا ہے اور کثرت مشق سے
ایک دوسرے کے مشابہت کے علاوہ باہم دگر غلبہ پانا بہی ممکن ہے - سعدی ہون یا حافظ شکسپیر ہون یا مکالے - میر
ہون یا میرزا سب کے کلام کا مثل بہت آسان ہے بشرطیکہ طبیعت ہمہ گیر اور ذہن رسا ہو - خود سعدی ہی کا قول ہے ؎
توان در بلاغت بسحبان رسید - شاگرد اور اوستاد کے کلام مین جو توافق وتماثل پایا جاتا ہے وہ بہی اوس بات کی دلیل ہے
کہ انسانی کلام بے مثل نہین ہوسکتا - جیسا کہ ہم دیکہتے ہین کہ ہر انسان مشق وتمرن سے دوسرے کے ساتہہ قول - فعل -
خو بو اخلاق عادات صنعت وحرفت مین تطابق کلی یا جزئی حاصل کرسکتا ہے - سیکسپیر اور مکالے وغیرہ کا دعوی تحدی نکرنا
بہی اس بات کی دلیل ہے کہ اونکا کلام اون کی نظر مین بہی بے نظیر اور بے مثل نہین تہا - اگر قرآن مجید بہی انسانی کلام ہوتا تو
اوسکی بہی نظیر مشکل نہ تہی - پہر مخالفین نے کیون نہ دوہرا دیا اور کیون ابتک اوس کی نظیر نہ ہوسکی - خیر ابتک کسی کو اتنی لیاقت
نہین تہی تو اب سہی - کوئی قرآن مجید کے مقابلہ مین اب بہی کہڑا ہو اور زیادہ نہین صرف چہوٹی سی سورت ہی بنالائے - قرآن مجید
کی فصاحت کو دیکہہ اور سنکر عہد نزول قرآن مجید کے فصحا وبلغا مختلف لفظون مین اوس کی فصاحت کا دبی زبان سے اعتراف
کیا کرتے تہے - کسی نے قرآن کی نسبت یہ راے قایم کی تہی کہ ایسا کلام انسان کا کلام نہین ہوسکتا - اور کوئی کہتا تہا
کہ بیشک یہ جادو ہے - اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ مَا هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ - سبعہ معلقہ یعنی وہ سات قصیدے جو اپنے

عہد کے نامور فصحا کے نہایت فصیح قصیدے تھے اور دیوار کعبہ پر بطور فخر و مباہات حسب رواج لٹکا دیئے گئے تھے جب قرآن نازل ہوا تو اون کے مصنفون نے باعتراف عجز وہ قصائد اوتار لیئے قرآن مجید کے معجزنما تاثیر کا کفار کو اس قدر خوف تھا کہ جب قرآن مجید سنتے تھے کانون مین اونگلیان ڈال لیتے اور شور و غوغا کرتے تھے تاکہ قرآن مجید کے مواعظ پر اثر سے قلوب سامعین متاثر ہون۔

قرآن مجید طریقہ ہدایت مین بھی بے مثل ہے

اس بات کے ذہن نشین کرنے کے لیئے تاریخ عالم پر نظر ڈالو تو ایسی ہدایت کی نظیر ابتداے عالم سے تا ایندم نظر نہین آسکتی دیکھو کس سرعت کے ساتھہ اس نے عرب کے موروثی اور خوگرفتہ طبیعت ثانیہ ہو جانے والی بداخلاقیون کی اصلاح کی اور کس تو ہی طور سے بڑے بڑے جرایم کا اس نے انسداد کیا تھوڑے سے زمانہ مین اسلام قریب قریب تمام دنیا مین آفتاب بنکر چمکنے لگا۔ اور اس سرے سے اوس سرے تک کفر کی ظلمت نور ہدایت سے بدل گئی ریورینڈ جے ایم راڈویل نے اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ مین قرآن کی تعلیمات کی بابتہ لکھا ہے کہ عرب کے سیدھے سادھے خانہ بدوش ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا۔ ہم کہتے ہین کہ عرب کی تخصیص بے جا ہے بلکہ تمام روے زمین کو کایا پلٹ کر دیا قرآن مجید کی تعلیم و ہدایت پر غور کرنے سے پیشتر اس بات کو پیش نظر رکھو کہ جو بات کسی کی طبیعت مین راسخ ہو جاتی ہے اور موروثی طور ابا عن جد جو برائیان چلی آتی ہین اور جس کی طبیعت بعلت مزاولت متعود ہو جاتی ہے وہ بمشکل تمام جاتی ہے اور بعض اوقات تو جاتی ہی نہین ہ خوے بد در طبیعتیکہ نشست ۔ نرود جز بوقت مرگ از دست ۔ پھر ایام جاہلیت (قدیم عرب سے مراد ہے) کے حالات و عادات اطوار و اوضاع کو دیکھو تو قرآن کی تاثیر اور بھی زیادہ حیرتناک اور تعجب خیز نظر آئے گی۔ ابتداے اسلام کے مصائب اور اہل اسلام کے صبر و تحمل کو دیکھو۔ اور پھر خیال کرو کہ یہ وہی لوگ تھے جنکے آبا و اجداد کفر و بت پرستی مین منہمک تھے اور وہ یہ بھی آدمی تھے جنکی عمرین بداخلاقیون اور بدکرداریون مین گذر گئین تھین۔ حضرت عیسٰی کو اپنے عہد مین بہت آسانیان تھین کیونکہ اون کو شریعت موسوی کی صرف تکمیل کرنی تھی اور اون کو صرف اونہین نقصون کا رفع کرنا تھا جو یہود کی غفلت سے پیدا ہو گئے تھے۔ اور پھر جو کامیابی انہین اپنے زمانہ مین ہوئی وہ حضرت کی کامیابی کے عشر عشیر بھی نہین۔

حضرت موسیٰ کے چند ہی روز کی غیبت مین مومنین امت موسوی نے باوجودیکہ حضرت ہارون پیغمبر اون مین موجود تھے اور
اونہون نے اون کو بہت وعظ اور پند کیا گوسالہ پرستی اختیار کر ہی لی ۔ وید اور وساتیر کی بہی تعلیم کے اثر کو دیکہو اور موخذہ
نگاہ سے اون کے پابندون کو قدیم سے دیکہتے چلے آؤ ۔ اب ذرا ہمارے قرآن مجید کی تاثیر کو بہی بنظر انصاف دیکہو اور تواریخ
اسلام پر مشفقانہ نظر ڈالو ۔ ہم یہان ایک روایت پر اختصار کرتے ہین ۔ حضرت عمرؓ خلیفہ دویم قبل اسلام حضرت مصطفوی کے
جانی دشمن تہے ۔ ایک روز تلوار باندہکر بارادہ قتل آنجناب گہر سے باہر نکلے ۔ راستہ مین معلوم ہوا کہ میرے (حضرت عمر کی)
بہن اور بہنوئی بہی مسلمان ہوگئے ہین طیش مین اون کے گہر کی طرف پلیٹ پڑے کہ پہلے اونکا کام تمام کر دون ۔ اتفاقاً وہ
اور اون کا خاوند سورہ طٰہٰ کی تلاوت کر رہے تہے کہ یکایک حضرت عمرؓ آن پہونچے ۔ آہٹ پاکر وہ چپ ہوگئے اور کاغذ کو چہپا لیا
اونہون نے پوچہا کیا پڑہ رہے تہے جب نہ بتلایا تو غیظ مین آکر بہنوئی پر جا بیٹہے ۔ بہن بچانے کو اوٹہین تو اون کو بہی مارا کہ سر مین خون
نکل آیا ۔ آخر اونہون نے عہد لیکر اون کو وہ کاغذ جس پر سورہ طٰہٰ لکہی تہی دیا ۔ ان پر (عمرؓ پر) پڑہتے ہی ایسا اثر ہوا کہ جا کر حضرتؐ
کے قدمون پر گرے اور بصدق نیت مسلمان ہوگئے ۔ قرآن مجید مین خداوند تعالیٰ نے امر و نہی کے ترک و فعل پر دوزخ و بہشت
کے وعد و وعید مرتب کئے ہین ۔ اور تشویق و ترہیب کے لئے اون کی مجملاً حقیقت بہی بیان فرمائی ہے جو ہدایت کے لئے نہایت
ضروری اور لابدی امر تہا اور اسی امر نے نیکی کی طرف رجحان و میلان بڑی قوت کے ساتہہ پیدا کیا اور بدی سے قوی طور پر متنفر کیا ۔
فی الواقع جب انسان کو یہ علم یقینی طور پر ہوجاتا ہے کہ فلان امر کے کرنے مین یہ منفعت اور یہ مفاد ہے اور فلان مین یہ مضرت اور
زیان تو اوس کے اختیار اور اوس سے احتراز مین زیادہ سرگرمی اور کوشش سے کام لیتا ہے اور پہر اوس مین لگے اور بچے
رہنے سے کسی طرح اوس کا جی نہین اوکتاتا ۔ کیونکہ انسان فطری طور پر غرضمند ہے اور بلا غرض و غایت وہ کچہہ کام نہین کرتا
اور اوس کی زندگی کا زمانہ کسی نہ کسی غرض پر مشتمل ہے ۔ اس لئے اوس کے کامون کی غایت و نتیجہ کا بتا دینا عین مصلحت
تہا ۔ اگر کسی سے صرف یہ کہدیا جاوے کہ اس کام کو نہ کرنا تو یہ ممکن ہے کہ مامور آمر کی کسی وجاہت سے اس حکم کی تعمیل کرے
مگر وہ فطرتاً چونکہ اہل غرض ہے ۔ انکشاف غایت کے بعد اوس کے انصرام مین دوسری طرح کا جوش اوس سے ظاہر ہوتا
ہے اس جگہہ اگر کوئی ناسمجہہ یہ اعتراض کرے کہ مسلمان جنت و دوزخ کے امید و بیم ہی سے امر و نہی کے پابند ہین ۔ اون مین

خلوص نہین۔ اور اون کے اخلاق ۔ اخلاق حسنہ کے لقب بے اختصاص نہین پاسکتے۔ کیونکہ خلق حسن وہ ہے جو بذاتہ مطلوب ہوا ور بلا غرض دیگر ظہور وصدور پاوے ۔ اس کے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اس طریقہ ترغیب و ترہیب سے پہلے پہل افعال قبیحہ و اعمال مرضیہ کے ترک و فعل پر قیام کرتے ہین ۔ ہمین سہارا ملتا ہے اور پھر تواتر و مہارست سے ملکہ راسخہ ہو کر یہی اعمال و افعال بذاتہ مطلوب ہو جاتے ہین اور بلا غرض صادر ہونے لگتے ہین اور یہ عادات رفتہ رفتہ طبیعت ثانیہ ہو جاتی ہین ۔ غرض قرآن مجید دین و دنیا کی اصلاح کے لیئے نازل ہوا ہے وہ قوانین تمدن اور تدابیر منزل تعلیم کرتا ہے ۔ اہل حرفت کو وسائل معاش بتاتا ہے ۔ وہ عوام اور اہل تعارف سے معاشرت کے طریقہ سکھلاتا ہے ۔ کفایت شعاری سے روزانہ زندگی بسر کرنے کا حکم دیتا ہے اتفاق و اتحاد مین ساعی ہے اور عدل و انصاف کا راعی ۔ وہ قومی تباہی کا یون علاج کرتا ہے ان المبذرین کانو اخوان الشیطین ۔ وکان الشیطان لربہ کفورا ۔ فضول خرچ شیاطین کے بہائی ہین اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے ۔ دنیوی افلاس کی جڑ اور قومی تباہی کی اصل اسراف ہے ۔ اس کو ترک کرانے کے لئے کیا عمدہ اور نتیجہ خیز طریقہ ہے جس سے زیادہ ہو نہین سکتا ۔ اس صفت قبیحہ کے انسداد کا مذاہب سابقہ مین ہمین کوئی حکم ایسا نظر نہین آتا ۔ شیطان عیسائیون ۔ یہودیون ۔ اور مسلمانون کے نزدیک ملعون اور قابل نفرت ہے اور کوئی شخص کسی برے اور بدنام آدمی کی مشابہت و مناسبت کو گوارا نہین کرتا ۔ اس لئے خدا تعالی نے اس مذموم کے عاملون کو اخوان الشیاطین سے تعبیر فرما کر مرعوب کیا ہے ۔ اور چونکہ مطلق لفظ تبذیر ماکل و مشارب و ملابس او جمیع مصارف کے اسراف پر حاوی ہے اس لئے یہ حکم فی الحقیقت مالی بدنی اور روحی ہر قسم کے فائدہ کا کفیل ہے کاش مسلمان بجاے دوسری قسم کے لکچرون اور تحریرون سے پہلے اپنی اقوام کو اسی آیت کی منشا اور مطلب سے آگاہ کرین ۔

قرآن مجید غریبون کی امداد کا یون حکم دیتا ہے

واقرضو اللہ قرضا حسنا

کیا غایت درجہ کی ترغیب و تشویق ہے ۔ اس کو سن کر بشرط ایمان کون ایسا ہے جو مجسم ہمدردی نہ بن جاے ۔ ہمدردی وہ صفت ہے جس کے باعث سے دنیا قیام پذیر ہے ۔ بنی آدم اعضا ی یکدیگر اند ۔ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند ۔ چو عضوے

ہمدردی اور روزگار۔ دیگر عضو یار انمانہ قرار۔ اللہ تعالی نے محتاجون مسکینون۔ یتیمون۔ سائلین اور محرومین کی امداد کے لیے بلا تخصیص قوم ارشاد فرمایا کہ اون کی امداد کرنا ایسا ہے جیسے اللہ کو قرض دینا۔ اگر کوئی بادشاہ یون کہے کہ مجھے قرض دو تو فرمایئے کہ رعیت مین سے کون ہوگا جو بخوشی خاطر ان الفاظ کی تعمیل نہ کرے۔ بشرطیکہ وفاداری کی صفت سے متصف ہو۔ علی العموم قاعدہ ہے کہ انسان اپنا مال اور زر وہان خرچ کرتا ہے جہان اوس کو کسی نوع کی امید ہو۔ تجارت مین روپیہ لگاتا ہے تو نفع کی توقع پر صنعت اور حرفت مین صرف کرتا ہے تو فائدہ کی امید پر۔ مگر غریبون اور محتاجون وغیرہ مستحقین کو دینے مین ہمکو عاجلاً کوئی فائدہ نہین اور اسی وجہ سے اون کو دینا نفس پر شاق گذرتا ہے۔ خداتعالی نے اس کلام بلاغت نظام سے لوگونکو امداد غربا پر ترغیب و تحریص دلائی کہ یہ سمجھو کہ غریبون کو دینا اپنا مال و زر مفت کھونا ہی بلکہ اونکو دینا ایسا ہی گویا خدا کو قرض دینا

اسلام نوع انسان کی حقمین سراسر رحمت و برکت ہی۔ اور باہمی معاونت اور ہمدردی کا سچا سبق آموز ہے۔

ہمدردی قیام دنیا۔ اور نظام عالم کے لیے لازمی امر ہے اور اوس کا پہلا زینہ اتفاق اور اتفاق کا پہلا زینہ مساوات قایم رکہنا ہے اور یہ وہ صفت ہے جس کو مسلمانون ہی کیساتھ مخصوص سمجھنا چاہیئے۔ اور یہ اون کو قران ہی کی تعلیم سے حاصل ہوئی ہے۔ ہنود مین ہم اس صفت کو۔ اگرچہ وہ مدعی ہین۔ اس لیے تسلیم نہین کر سکتے کہ اون مین تفاوت مراتب اقوام کی وجہ سے مساوات باہمی کا بالکل لحاظ نہین رہا ہے۔ ایک قوم دوسری ساتھ شریک آب و طعام نہین ہو سکتی۔ ایک دوسرے کا حقہ پانی الگ کوئی شدرہے کوئی اتم۔ اور جہان یہ بات ہو وہان اتفاق اور سچی ہمدردی قایم نہین رہ سکتی۔ وہ (قرآن مجید) تہذیب اخلاق اور اصول تمدن کی تعلیم بلا تخصیص ملت و قوم اس طرح کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ دیکہو وہ عدل و احسان مین سب کے لیے خواہ وہ کوئی قوم ہو مساوات کا حکم دیتا ہے اور جمیع رذائل اور تمام ذمائم سے اجتناب کی تاکید ”نصیحت“ کرتا ہے۔ وہ جو حکم دیتا ہے علی قدر امکان بشری دیتا ہے اور جو نصیحت کرتا ہے مطابق فطرت انسانی کرتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ یعنی جن لوگون نے تم کو قتل نہین کیا۔ تمکو جلاوطن نہین کیا۔ اون سے عدل و احسان کا معاملہ کرنے کی ممانعت نہین۔ ہان اون سے ممانعت ہے جنہون نے تمکو قتل کیا۔ تمہارے شہرون سے تمکو باہر نکالا یا تمہارے اخراج پر باہم مظاہرت کی یہ حکم کتنا صحیح اور قانون فطرت سے مطابق ہے۔ واقعی اخیار کے ساتھ سلوک خیر تحریکات ہے اور اشرار کے ساتھ نرمی اون کی حوصلہ افزائی کا سبب ہے۔ سعدی [illegible] نکوئی با بدان کردن چنان است۔ کہ بد کردن بجائے نیک مردان۔ ترحم بر پلنگ تیز دندان۔ ستم گاری بود بر گوسفندان۔ یہان لفظ تولوا کے لطف و فوائد کو بغور دیکھو یہ حکم نہین دیا کہ عداوت کرو صرف یہ حکم دیا کہ اون سے محبت مت کرو۔ عداوت و محبت مین تضاد ہے۔ اور تعارف اور معمولی اور سرسری میل جول حالت وسطی ہے جب عداوت کا حکم اور محبت کی اجازت نہین دی گئی تو معلوم ہوا کہ حالت وسطی مین رہنا مقصود ہے۔ اگرچہ یَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ۝ مین تخصیص جنسیت نہین مرد و زن دونون کے لئے عام ہے مگر بعض بعض موقعون پر حسب ضرورت اچھی طرح مخصوص طور پر عورتون کے حقوق کا اظہار بھی فرمادیا چنانچہ ایک جگہ مختصر اور کثیر المعنی الفاظ مین ارشاد فرمایا ہے۔ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ایک جگہ نہایت بلیغ اور موثر طریقہ مین عورتون کے ساتھ طریقہ حسن معاشرت سلوک رکھنے کے لئے یون گہر سنج ہے۔

عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا ۝ —

یعنی اون کے ساتھ بروجہ احسن معاشرت کرو۔ اگر تمکو اون سے کسی وجہ سے کراہت ہو تو یاد رکہنا چاہئے کہ ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالی نے اوس مین خیر کثیر رکہی ہو۔ اس حکم سے بڑے فتنہ و فساد کا انسداد فرمایا ہے۔ اور نہایت خلوص کے ساتھ مردون کو عورتون کے ساتھ موافقت کا حکم دیا کہ اگر وہ بدزبان۔ پہوہڑ اور بدصورت بھی ہون تو بھی اون سے اچہا برتاؤ کرو۔ لیکن بعض ضروری و لابدی مصلحتون کی وجہ سے اس امر پر مجبور کرکے انسانی زندگی کو تلخ نہین کیا۔

قرآن مجید یتیمون۔ سائلون۔ مسکینون۔ قرابت دارون۔ ہمسایون۔ مسافرون۔ وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک۔ نیک برتاؤ۔ نیکی۔ رعایت اور مہربانی کرنے کی اس طرح تعلیم دیتا ہے (۱) فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ یتیمون پر تہرست کرو۔ سائلون کو نہ جہڑکو (۲) *

قرآن مجید مین تکرار قصص کا ظاہری سبب

قرآن مجید مین جو قصص و روایات ہین وہ بھی بجاے خود تصفیہ قلوب کے لئے مصقل اور تہذیب نفوس کے لیے مشاطہ ہین۔ مثال۔ فلاسفرون کے نزدیک نہایت عمدہ معلم ہے۔ اسلاف کی روائتین اخلاق کے لئے مایہ عبرت اور اچھے برے کی مفسر ہوتی ہین عقل انسانی کی تکمیل کا عمدہ ذریعہ یہی ہے۔ دنیا مین یہ ترقی اور یہ فلاح اور یہ بہبودی اسی کے نتیجہ ہین۔ انسان ایک دوسرے کو دیکھکر اور ایک دوسرے کے حالات سنکر سیکھتا اور سمجھتا ہے۔ قرآن مجید کے نازل ہونے کا زمانہ مخصوص بزمانہ خاص اور موقت بوقت معین نہ تھا اور کفار و جہال کے اختلاف و تعدد کی بنا پر وقتاً فوقتاً ترہیب و تشویق کے لیے نازل ہوتا گیا۔ اس لئے وہی امثال اور وہی روایات جو ایک دفعہ ایک فریق یا ایک گروہ کی تذکیر کے لئے بیان کی گئین دوسرے وقت دوسرے فرقہ اور دوسرے طبقہ کے لوگون کی عبرت کے لئے کہین بطور ایجاز اور کہین بطور ایضاح حسب موقعہ بیان فرمائی ہین۔ اگرچہ مثال کے لئے واقعات تو بہت سے مگر بات یہ ہے کہ ترغیب و تہدید کے لئے جو مثالین دیجاتی ہین وہ عموماً اور لزوماً ایسی ہونی چاہیئے کہ جن سے مخاطب واقف ہو یا اوس کے نزدیک وہ اشخاص اور وہ افراد جن کا مثلاً ذکر کیا جاے مکرم یا محترم یا عزیز و قریب ہون۔ اس لئے وہی واقعات و روایات بیان کئے گئے ہین جن سے عرب کے یہود و نصاریٰ اور دیگر قومین اچھی طرح واقف تھین تمثیلاً بیان فرمائین۔ اگر ایسے واقعات

---

* وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ (نیکی کرو مان باپ سے اور قرابت والے سے اور یتیمون سے اور مسکینون سے اور ہمسایہ قریب سے اور ہمسایہ اجنبی سے اور برابر کے رفیق سے اور راہ کے مسافر سے اور اون سے جنکے تمہارے ہاتھ مالک ہو چکے (یعنی غلامون سے) اور اللہ کو خوش نہین ہوتا جو کوئی ہو اترا تا بڑائی کرتا۔) وہ عفو و صلہ رحم کی تلقین اس طرح کرتا ہے وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (جو لوگ غصہ کو پی جاتے ہین اور لوگون کو بخشدیتے ہین جبکہ ایسا کرنا مناسب ہو وہ کرتے ہین نیکی) جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (بدی کا عوض مثل اوسی کے بدی ہے لیکن اگر کوئی عفو کر دے اور یہ عفو بنظر اصلاح ہو تو اوس اجر خدا دے گا۔)

وروایات جن سے عرب کے کان نا آشنا تھے بیان کئے جاتے تو مقصود حاصل نہوتا اور یہ بات رفارمر اور مصلح کی شان سے
بھی بعید ہے کہ وعظ و تلقین کے وقت ایسے غرابت امیز اور غیر مانوس باتین مثالاً بیان کرے اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ
قرآن مجید مین قصص انبیا تمثیلاً بغرض تذکیر وارد ہوئے ہین تو یہ اعتراض خود بخود اُٹھ گیا کہ قرآن مجید مین قصص انبیا کیون مسلسل من و عن
بیان نہین کئے گئے - قرآن کوئی تاریخی کتاب نہین اور اوس منشا تاریخ لکھنا نہین - اس نے جہان تک کہ نفس مطلب سے
تعلق تہا وہین تک قصص بیان فرمائے - اس سے زیادہ تفصیل ہوتی تو ایک معمولی تاریخ کی کتاب سے مشابہت تامہ یا ناقصہ
پیدا ہو جاتی اور منشاء تنزیل ہرگز پورا نہ ہوتا **تبصرہ** یہ بات خیال مین رکھنے کے قابل ہے کہ ایک بات کو بہ تکرار بیان کرنا
پھر فصاحت و بلاغت کا ہاتھ سے نہ دینا اور دلکشی اور دلآویزی بدستور قایم رکھنا نہایت مشکل امر ہے اور یہ قرآن ہی کا حصہ ہے

قرآن مجید عربی زبان مین کیون نازل ہوا

ہمارے نبی کریم سرزمین عرب مین پیدا ہوئے اور اونکے خاندان اور تمام قوم اور تمام ملک عرب کی زبان عربی تہی اسلئے قران مجید بہی عربی
زبان ہی مین نازل ہوا ؎ ذات پاک تو کہ در ملک عرب کردہ ظہور - زبان سبب آمدہ قرآن بزبان عربی نبی بلا تشبیہ ایک قسم کا رفارمر اور
رفارمر کا پہلا فرض ہی اپنے نفس کی تہذیب - بعدہ اپنی خاندان کی تعدیل - پہر اپنے دوست احباب کی اصلاح - اسکے بعد قومی درستی - اسکے بغیر رفارمر کا مقصود
حاصل نہین ہو سکتا اور بغیر اسکے قومی اصلاح کا بیڑہ اوٹہانا محض حماقت ہے وأتوا البيوت من أبوابها جبتک رفارمر کے نفس کی تعدیل نہو گی خاندان
پر اوسکی مواعظ و نصایح کا اثر مترتب نہین ہو سکتا - اوس کو اول اول اپنے خاندان کے لئے نیکیون کا نمونہ بننا چاہئے تاکہ کچھہ دیکھا دیکھی
اوس کے افعال کی تقلید کرین اور کچھہ اوس کی تعلیم اور تفہیم سے نیک بنین اور کسی کو خود را فضیحت و دیگران را نصیحت کہنے کا موقعہ
نہ ملے - کیونکہ اپنے افعال کو اپنے اقوال سے بغیر مطابق کئے دوسرے کے دل پر واعظ کچھہ اثر نہین ڈال سکتا بلکہ اولٹا اپنے
آپ کو ہدف تیر ملامت بناتا ہے - اس کے بعد اوس کے اعزا و اقارب افعال و اقوال مین دوسرون کے لئے مثال ہون
اور تلقین و تمثیل دونون ملکر رفارمر مین مددین - اسی طرح نبی کو اپنے خاندان اور اپنی قوم اور پہر کل ابنا نوع کی اصلاح کرنی ہوتی ہے
اور اس لئے اوس کو سوسائٹی کے عیوب اور محاسن - قوم ہی کی زبان مین سمجہانے اور بتانے کی ضرورت ہے - تاکہ وہ بلا تکلف
سمجہ لیں اور منشاء نصیحت جلد تر ظاہر ہو - دوسری زبان مین کسی قوم کو نصیحت کرنا محض تضیع اوقات اور دماغ سوزی ہے -

بعضون شخصیکہ آئینہ داشتن ورمجلت کوران پہلے پہل ہی کے اقوال اور افعال خود ہی بمصداق الحق مُر خلاف قوم ہوتے ہین اور وہ اپنے عادات اور عُرو رسمات و معتقدات کو جو مدتون اشتغال کی وجہ سے اون کو محبوب ہوجاتے ہین چہوڑنا گوارا نہین کرتے اور چہڑا نیوالے کے کلمات تحقیر و نصیحت اون کو زہر معلوم ہوتے ہین اور وعظ و پند سے جو اون کے نزدیک انوکہی اور نئی بات ہوتی ہے خود ہی اونکو بیگانگی ہوتی ہے اس پر اگر اون کو غیر زبان مین سمجہایا جاوے تو کیا خاک سمجہین گے اور خاک ہدایت پائین گے - ایک اعتراض ہوسکتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاص عرب ہی مین کیون پیدا کیا - ہندوستان - ایران - انگلستان مین کیون نہ پیدا کیا جس کی وجہ سے قرآن مجید زبان عرب مین نازل ہوا یہ تو تخصیص بلا مخصص اور ترجیح بلا مرجح ہے - اس کے جواب مین ہم کہتے ہین کہ قبل بعثت جو عرب کی حالت تہی وہ بہت ہی ناگفتہ بہ تہی اور تمام دنیا سے بد اخلاقیون اور بدافعالیون مین عرب کا نمبر بہت بڑہا ہوا تہا - وہ دُنیوی حالت مین تمام عالم کی قومون سے بدرجہا ذلیل تہے - اس لئے رحمت الٰہی نے پہلے پہل عرب ہی کی اصلاح کو ملحوظ رکہا تبصرہ چونکہ زمانہ نزول قرآن مجید مین عرب مین فصاحت اعلیٰ درجہ کمال پر پہونچی ہوئی تہی اور وہ اپنے مقابل اور سب کو عجم (گونگا) کہتے تہے اور عام مذاق اور مدت کی کہنہ مشقیون کی وجہ سے اون کو عمدہ سے عمدہ فصیح و بلیغ عربی کلام کرنے کا ملکہ راسخہ حاصل تہا اور اسی کو انسانی جوہرون مین سب سے اشرف و افضل سمجہتے تہے اس لئے دعوت اسلام کیلئے یہ بہی ضرورت تہی کہ قرآن مجید فصاحت مین اعلیٰ پیمانہ پر ہو اور جب یہ بات تہی تو عرب کے مذاق ہی کے موافق کلام کرنا مناسب تہا - کیونکہ بیہودہ بات ہے اگر ایک زبان مین کلام کرتے وقت دوسری زبان کے محاورات و امثال و تشبیہات سے کام لیا جاوے پس اگر کوئی شخص وَالشَّمْسِ وَالضُّحٰی جیسی آیتون پر اعتراض کرے تو اوس کو قواعد و زبان عرب سے بالکل ہی ناآشنا و نابلد سمجہنا چاہیئے عرب مین عام دستور تہا کہ تحسین کلام کے لئے اور تاکید سخن کے واسطے اکثر قسمیہ جملے لاتے تہے اور علاوہ ازین تشدید کلام اور تائید بیان کے لئے عام طور پر ہر قوم اور ہر ملت مین قسم و سوگند رائج ہے - یہانتک کہ عدالتون اور کچہریون مین جن سے زیادہ متانت اور تہذیب کہین اور نہین ہوتی کوئی دعویٰ و استغاثہ اور کوئی شہادت و گواہی بلا حلف و قسم

فوائد قسمیہ کلمات

اوس زمانہ کے فصحا و شعراء عرب کا کلام اوٹہا کر دیکہو کوئی نظم اور کوئی نثر مشکل سے ایسی ملے گی جو متعدد اور طرح طرح کے جملات قسمیہ سے تمہید نہین کی گئی ہو چنانچہ عربی قواعد (گرامر) مین جملہ قسمیہ کا وجود ہی اس بیان کی دلیل ہے - سراج -

کے نہین ہوتا اور اکثر مقدمات صرف حلفی پر فیصل ہو جاتے ہین - پہر مطلق قسم کیونکر اور کس طرح بری اور نادرست ہو سکتی ہے
اور کلام مجید مین کہین اس کا امتناع نہین ہے اور کیونکر ہو سکتا تہا اس لیے کہ قسم کی بنا ہی معاملتون پر ہے - مولف ترک اسلام نے
اپنے اعتراض نمبر ۱۳ مین یہ بہی لکہا ہے کہ قسم بڑون کی کہائی جاتی ہے پس خدا اونٹ وغیرہ کی قسمین اونہین اپنے سے بزرگ
سمجہکر کہاتا ہے ہم نہین سمجہتے کہ کیون معترض صریح جہوٹ بولا ہے - قسم کے لیے کبہی اور کہین بہی بزرگون ہی کی تخصیص نہین رکہی
چہوٹے بڑون سب کی قسمون کا دستور دیکہا اور سنا ہے - مین معترض سے پوچہتا ہون کہ باپ بیٹے کی قسم کہائے تو کیا معاملہ
دگرگون سمجہنا چاہیے - ہندوستان مین اور ہندوستان کیا تمام روے زمین پر قسم کا دستور و رواج ہے اور زندگی مین قسم کے
بہت سے موقعے آتے ہین آپ کے والدین نے بہی ضرور کسی موقعہ پر آپ کی قسم کہائی ہوگی ۵۱

قرآن مجید مین شفاے امراض جسمانی

حکیم مطلق نے حروف کو عجیب خواص عطا فرماے ہین - اس کی مفصل حقیقت تو وہ اچہی طرح آگاہ ہونگے جو خواص الحروف کے علم
مین اچہی دستگاہ رکہتے ہون گے - لیکن اتنا ہم بہی جانتے ہین کہ ان مین ایک ایسی برقی قوت ہے کہ جس کا اثر فوراً قالب پر
طاری اور جسم پر ظاہر ہوتا ہے - ان ہی حروف مین یہ اثر ہے کہ ہنستے کو رلا دین اور روتے کو ہنسا دین انہین کے ذریعہ سے
انسان سے عموماً اور بعض بعض جانورون سے جو چاہین ہم کام لیتے ہین - ان حروف کی تاثیر ترکیب دینے والے کی قوت
فصاحت سے اور بہی زیادہ ہو جاتی ہے جس مضمون سے معمولی لیاقت کا آدمی دل پر کچہہ اثر نہین ڈال سکتا فصیح کلام اوسی
سے پتہر کو پانی کر سکتا ہے - جب یہ مسلم ہے کہ حروف کا اثر جسم و روح پر پڑ سکتا ہے تو دفع مرض - و استقرار صحت مین بہی اس کو ضرور
دخل ہونا چاہیے - اور چونکہ کلام مجید فصاحت مین افضل الکلام اور خدا کا کلام ہے اسلیے شفاے امراض جسمانی کے لیے بدرجہ اتم
موثر ہے - یہ دلیل تو قیاسی او نظری ہی تہی لیکن عملی طور پر بہی لوگون نے اسے بہت موثر پایا ہے - چنانچہ دو ایک سورتین ہمارے
عمل بہی ہین اور ہم نے اون کی برکت سے بارہا درد سر و شکم اور وجع مفاصل کو سلب اور سانپ بچہو کے زہر کے اثر کو زائل کیا ہے

۵۱ قرآن مجید مین جن جن چیزون کے ساتہہ واو قسمیہ آیا ہے اوس سے اون چیزونکی ایک مخصوص حیثیت اور اون کا مخلوق کے لیے نفع بخش اور
راحت رسان ہونے کا بہی ایک گونہ اظہار ہوتا ہے -

اور انشاء اللہ العزیز اب بھی کر سکتے ہین - بلکہ اکثر کرتے رہتے ہین - علاوہ ازین مسجدون کے دروازے پر اکثر مختلف اقوام کے لوگ اپنے بچون کو جو بیمار ہوتے ہین دم کرانے کے لیئے لاتے ہین اور بفضلہ تعالی شفا پاتے ہین -

حروف مقطعات

لفظ یا کلمہ کا اختصار قریب قریب ہر زبان مین مستعمل ہے اور انگریزی مین تو مخففات کا بہت ہی رواج ہے جیسے ایل ایل ڈی بی اے - ایم اے - وغیرہ وغیرہ یہی مقطعات کی صورت ہے پھر حروف مقطعات پر اعتراض محض نادانی ہے - ان حروف کے معانی جو علماے مذہب اور مفسرین نے قرأن عبارت اور طرز کلام سے سمجھے ہین وہ بہت صحیح ہین اور بہر معنی چسپان ہوتے ہین اور قرأن ہی سے ایسے اشارات کے معنی سمجھے جاتے ہین - پس جس نے جو کچھ قرأن و سیاق و سباق سے سمجھا ہے وہ درست ہے اور چونکہ ایک کلام کئی معنی کا مفید ہوتا ہے - لہذا معنی قرأنیہ مقصود نہین پس اگر کسی نے کثرت معنی مرادی کو دیکھکر واللہ اعلم بالصواب کہدیا تو کچھہ مضائقہ نہین اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس کے معنی کسی کی سمجھہ مین نہین آئے غلطی ہے - اگر کسی کی سمجھہ مین مقطعات کے معنی نہین آتے تو مفسرین تفاسیر مین حروف مقطعات کی جگہہ چھوڑتے چلے جاتے والحال خلاف ذالک[1] -

قرآن مجید کے سمجھنے کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے

چونکہ کلام مجید زبان عربی مین نازل ہوا ہے اور اوس مین فصحا و بلغاے عرب کے محاورے - اونہین کے روزمرہ اور انہین کی بول چال ہے پس قرآن مجید کے سمجھنے کے لیے سب سے ضروری بات زبان دانی ہے - یعنی محاورات و روزمرہ فصحاے عرب پر کامل عبور - اور علم بدیع کے اصول و فروع پر پورا وقوف - بدون اس کے قرآن مجید کا سمجھنا بہت دشوار ہے - بعض لوگون کو دہوکہ ہوا ہے اور بعض دہوکا دیتے ہین کہ قرآن شریف سے ہر عارف و عامی بطور خود مطلب حل کر سکتا ہے - بہلا جو شخص ایسا ہو کہ زبان دانی کے اصول و فروع سے بالکل ناواقف اور صنائع بدائع سے نابلد اور محاورات سے محض بیخبر وہ کیونکر خدا کے کلام کو سمجھہ لیگا - ہان کلام الٰہی ہدایت کے لیئے خاص و عام کے حق مین برابر ہے - مگر عوام جبتک خواص عرب کی زبان سے واقفیت پیدا نہ کرلین کلام مجید کو بطور خود سمجھہ کر فائدہ نہین اوٹھا سکتے اور چونکہ ہر زبان مین ادائے مطلب کیلئے

مخصوص عبارت اور محدود الفاظ نہین ہین اور اصول زبان و بدیع کے مطابق ہم کو معانی کے مختلف پہلوؤن سے ادا کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اس لئے سمجھنے والے کو لازم ہے کہ سمجھتے وقت سیاق و سباق کلام پر بھی غور کر لیا کرے مثلاً ہم اصول بدیع سے مجاز ہین کہ قدرت کو ہات وغیرہ مناسب الفاظ سے تعبیر کرین اور یہ بھی ہمین اختیار ہے کہ اس کے بجائے اس کا کوئی اور لفظ مترادف المعنی استعمال کرین - اس لئے جہان کہین کلام مجید مین يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ - وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ جیسے آیات و حکمات وارد ہوئے ہین وہان ید وغیرہ الفاظ کی اصل معنی بیکر شک مین نہین پڑنا چاہئے وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ الخ مین ایدٍ دو قسم کے معنی دیتا ہے - قدرت کے معنی تو ظاہر ہی ہین - دوسری صورت یہ ہے کہ فارسی - عربی اور نیز اُردو مین ایسے لفظ کبھی زائد - تاکید - اور مزید اہتمام کے لئے استعمال کئے جاتے ہین - جیسے بچشم خود دیدم بدست خود نوشتم - كَتَبْتُ بِيَدِي - وغیرہ وغیرہ - یہان بھی یہی مراد ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھون سے بنایا - ایسے مقامات پر دست خود اور چشم خود کے اصلی معنی لینا ٹہیک نہین کیا معنی کہ دیکھنے اور لکھنے کا فعل دیکھنے اور لکھنے والے ہی کی آنکھ اور ہاتھ سے ہوتا ہے تا وقتیکہ کسی دوسرے اعضا سے اور کسی غیر شخص کی آنکھ اور ہاتھ سے - پھر چشم و دست کی تصریح محض زائد اور لفظ خود کی تخصیص محض فضول ٹہرتی ہے - مگر چونکہ یہ محاورہ ہے کہ مزید اہتمام کے اظہار کے وقت فصحا این کو بولتے ہین اس لئے مستحسن اور درست ہے - اگرچہ ہمارا یہ بیان اون اعتراضات و شکوک کا جو قواعد صرف و نحو اور اصول بدیع - زباندانی اور سنت کی ناواقفیت کی بنا پر نا واقفون نے کئے ہین یکجائی جامع جواب ہے - لیکن چند ایسے اعتراضات کے جوابات توضیحاً علحدہ علحدہ بھی ہم لکھتے ہین -

مَكَرُوا وَمَكَرَ اللهُ وَاللهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ

لغت مین مکر اور کید کے معنی خفیہ تدبیر کے ہین - جیساکہ مولوی نورالدین صاحب نے بحوالہ مفردات راغب وغیرہ لغت تحریر فرمایا ہے اور خفیہ تدبیر کوئی مذموم صفت نہین ہے - مگر چونکہ دغاباز اور دہوکہ باز بھی خفیہ تدبیرین کیا کرتے ہین - لہذا دغاباز اور فریبیون کی تدابیر کو بھی عرف اُردو اور فارسی مین مکر ہی کہتے ہین - لیکن یاد رکھنے کے قابل بات ہے عرف و اصلاح سے لغوی معنی ساقط نہین ہو جاتے اور قطع نظر معنی مکر کے یہ عرب کا محاورہ ہے جو کسی کے داؤ گھات اور تدابیر کو

پلٹنے اور کاٹنے کے موقعہ پر بولتے ہین[۱] - اگر مؤلف ترک اسلام کو لغت اور محاورات عرب سے واقفیت نہین تھی تو کاش اپنی ہی زبان کو دیکھتا یہ محاورہ تو اُردو مین بھی مستعمل ہے - جیسے کہتے ہین کہ وہ چالاک ہے تو ہم اوس سے زیادہ چالاک ہین - یعنی اوس کی چالاکیان ہم پر نہین چل سکتین - یا ہم اوس کے داوگہات اوسی پر پلٹ دین گے - عرب کا عموماً اور کلام مجید کا خصوصاً یہ ہی طریقہ ہے کہ منکرون اور کافرون کے مکر و دغا کے اولٹے پڑنے کو یون ہی تعبیر کرتا ہے - اور یہ ہی وجہ ہے کہ جہان کہین قرآن مجید مین مَکَرَ اللّٰہُ آیا ہے اوس سے پہلے کفار کے مکر و فریب اور فتنہ و فساد کا ذکر ضرور آیا ہے - علاوہ اس کے اس آیت مین معاندین کا اللہ تعالی نے خود ہی مونہ بند کر دیا ہے اور صاف ظاہر کر دیا ہے کہ اَللّٰہ مکار نہین - اس آیت مین منجملہ صنائع ایک صنعت ہے جس کو صنعت جمع و تفریق کہتے ہین - لفظ خَیْرُ سے مکارون مین سے اللہ تعالی نے اپنے آپ کو علیحدہ کر دیا ہے - اگر معترض کو محاورہ اور لغت سے آگاہی نہ تھی تو قرآنی عبارت ہی پر غور کرتا - اوس سے ہی درست معنی نکل آتے اوس کو یہی دیکھنا کافی تھا کہ قرآن مجید مین کہان کہان خدا کی مکاری اور دہوکہ بازی مذکور ہے - اگر توحید باری اور اوس کے لوازم - ہمدردی بنی نوع اور اوس کے متعلقات - تمدن کے اصول معاشرت کے فنون - تہذیب اخلاق اور درستی نفس کے ذرائع اور فلاح دارین کے وسائل جن سے قرآن مجید سرتاپا معمور ہے - دہوکہ دہڑی کی باتین ہین تو بات ہی دوسری ہے مؤلف ترک اسلام نے خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ کا ترجمہ وہ کیا ہے جو اَمْکَرُ الْمَاکِرِیْنَ کا ترجمہ ہے یہ اون کی بے استعدادی کا کافی ثبوت ہے (آگے چلکر مؤلف ترک اسلام نے مکر اللہ کی سزا سے مکرنہ ہونے کے استدلال مین جو بہنگم طریقہ اختیار کیا ہے وہ نہایت رشخندہ کے قابل ہے - مکر کی سزا مکرنہ ہونے کی تائید مین لغت کی طرف رجوع کرنا چاہئیے تہا اور صرف اس قدر لکھہ دینا کافی تہا کہ کہین اور کسی لغت مین یہ معنی نہین ملکے - مگر بجائے اس کے آپ مکر کی گردان کر رہے ہین کہ مکر و مکرا - مکر و - الخ تاکہ کوئی جانے کہ قواعد عربی مین معترض کو پوری مہارت ہے ۵ بہرر نگے کہ خواہی جامہ مے پوش

[۱] عربی مین اس قسم کے الفاظ کو لغات اضداد کہتے ہین ایک ہی لفظ کا مفہوم ایک موقعہ پر کچھ ہوتا ہے اور دوسرے موقعہ پر اوس کا برعکس مثلاً بیع جس کے معنی خرید و فروخت - نجیب جس کے معنی شریف و رذیل مولی جس کے معنی والی و غلام دونون کے ہین - مصرعہ

تو تخبہ نامی کو عرلاسے نام لیتام سے سراج -

کن انداز قدرت رای شناسیم۔

۵۱

اللہ یستہزیٔ بہم و یمدہم فی طغیانہم یعمہون

مولف ترک اسلام نے اللہ تعالیٰ کو اس آیت سے (معاذ اللہ منہا) ٹھٹھے باز اور مسخرا سمجھا ہے۔ ہمارا عنوان اس آیت کا ایک ٹکڑہ ہے اذا لقوا الذین امنوا قالوا اٰمنا و اذا خلوا الی شیٰطینہم قالوا انا معکم انما نحن مستہزءون اللہ یستہزیٔ بہم ۔ جس طرح مکروا و مکر اللہ کے اگلے پچھلے قرینے معترض کو جواب سکت دے رہے ہیں۔ اسی طرح یہ آیت بھی معترضین کو جواب دندان شکن دے رہی ہے ہنسی قسم قسم کی ہوتی ہے۔ تفریح کی۔ تعجب کی۔ تذلیل و تحقیر کی۔ تمسخر کی۔ اور استہزا تمسخر اور تذلیل دونوں قسم کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ مستہزءون کی ہنسی تمسخر کی تھی اور اللہ یستہزیٔ میں تذلیل کی ہنسی مراد ہے یعنی اللہ اون کو جو ایسا کرتے ہیں ذلیل اور خوار جانتا ہے۔

اذا جاء ربک والملک صفا صفا الخ

اس کے معنی یہ ہیں۔ جب آئے تیرا رب اور فرشتے صف بصف کھڑے ہوں۔ یہاں واو حالیہ ہے واو عطف نہیں ہے اور لفظ جاء سے خداوند تعالیٰ کی جسمانیت ثابت نہیں ہوتی۔ نہ لفظ جاء جسمانیت کے ساتھ مخصوص ہے۔ عقل و روح وغیرہ مجردات کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے جاء الحق و زھق الباطل یہاں اپنی جاہ جلال کے ظہور کو جو قیامت کے دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے کہ تمام مخالفین کے قلوب پر نقشہ کھنچ جائے اور مرعوب ہو کر اوس کی اطاعت سے باہر نہ ہوں۔ غرض خدا کے آنے سے اوس کی قہاری و جباری کی شان کا ظہور مراد ہے اور یہی قرینہ ہے کہ اوس روز کی پرسش اعمال پر متوجہ ہونے کو جاء سے تعبیر کیا ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ متکلم اپنی منشا کو مختلف پہلوؤں سے ادا کرنے کا بروئے علم بدیع مجاز ہے۔

۵۲

حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ

بیان دو قسم کا ہوتا ہے ایک اعتقادی اور ایک اختیاری و اعتقادی بیان یہ ہے کہ ہم آفتاب کے لئے کہیں کہ وہ گرم ہے اور فلک چہارم پر ہے اور ایک محور پر گردش کرتا ہے۔ اور ایسے بیان کی غلطی و صحت کا اثر بیان کرنے والے پر

پڑتا ہے - ہمنیاری یہ ہے کہ کسی کے قول کو بجنسہ بلا کم وکاست نقل کرین - ایسے بیان کے راست و دروغ ہونیکا ذمہ دار راوی نہین ہوتا ہے - اللہ تعالی نے **سکندر ذو القرنین** کی کیفیت وجدانی کو جیسا کچھہ اوس نے سمجھا تھا بیان فرمایا - کہ سکندر کو معلوم ہوا کہ سورج دلدل مین ڈوب رہا ہے اور واقعی ایک کف دست وسیع وطویل میدان مین طلوع و غروب کے وقت آفتاب ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اِس میدان کے آخری افق سے نمودار یا پنہان ہو رہا ہے - چنانچہ سکندر کو بھی ایسا ہی معلوم ہوا - یہ طرز بیان کلام مجید مین اکثر ہے - ایک جگہہ عزیز مصر کی زبان سے کہا ہے **انّ کیدکن عظیم** ایک جگہہ حضرت موسیٰ کے سوال کے جواب مین سامری کا یہ قول بیان کیا ہے **فقبضت قبضۃ من اثر الرسول** - الآیہ - اب اِس سے یہ نہین سمجھنا چاہیئے کہ قرآن مجید کی یہ تعلیم ہے کہ عورتین بڑی مکار ہوتی ہین - اور بے شک سامری نے خاک پائے رسول لیکر گوسالہ زرین مین ڈالکر اوس کو زندہ کر لیا تھا - کیونکہ سامری سے جب حضرت موسیٰ نے پوچھا کہ اے سامری یہ کیا بات ہے تو اوس نے کہا کہ مین نے ایسا کیا - اس کی درستی - نادرستی کی متعلق قرآن مجید نے کوئی قطعی راے نہین دی ہے - ہان اس بات کے صحیح ہونے مین کوئی شک نہین کہ اوس بچھڑے سے گاے کی سی آواز نکلتی تھی اور یہ نا ممکن نہین - علم خیال یعنی مکانک سے ایسا ہو سکتا ہے - ممکن ہے کہ سامری نے کسی ترکیب سے گوسالہ مین گاے کی سی آواز پیدا کر لی ہو - صنعت چڑیا کے چہچہے - اور مینڈک کی ٹرٹر - ہو بہو مصنوعی چڑیا اور مصنوعی مینڈک سے نکلتے ہم نے سنی ہے - اور فونوگراف مین ہر کسی کی آواز بند کی جا سکتی ہے -

اوحی ربک الی النحل

وحی الی النحل اور وحی الی النبی مین فرق از روے لغت ہی صاف معلوم ہوتا ہے - لغت مین وحی کے معنی ہین اشارہ - پیغام - سخن در دل افگندن - بہت لفظ متعدد المعنی ہوتے ہین - پس ہر مقام پر ایک ہی معنی لینا درست نہین - مثلاً عارض کے معنی رخسار کے ہین - عرض کرنے والے کے ہین اور ابر کے ہین - پس ہر مقام پر ایک ہی معنی لینا درست نہین - قطع نظر اختلاف معنی کے وحی ہر ایک کی جداگانہ ہے - جمادات کی یہ وحی ہوتی ہے کہ وہ صرف تحفظ صور نوعیہ ہی پر قانع رہین - نباتات کو یہ وحی ہوتی ہے کہ وہ زمین سے اس طرح اپنے اصول کے ذریعے سے پانی جذب کر کے اپنی غذا بنائین اور حد معین تک نمو حاصل کرین

اور خاص خاص قسم کے پہل - پہول پتے نکالین - حیوانات مطلق کو یہ وحی ہوتی ہے کہ اس طریقہ سے بچے نکالین
اِس طرح پالین - یون نقل و حرکت کر کے غذا مقررہ حاصل کرین - اسی طرح انسان کو بہی وحی ہوتی ہے - مگر چونکہ انسانی عقول
و خواہشات مختلف اور اوس کی حرف و صنایع متنوع اور اوس کے کاروبار متعدد ہین - اون کی وحی بہی جدا جدا طور پر ہے —
تجار کی وحی اور ہے - اور حداد کی اور - جن سے وہ اپنے کام مین اور اپنی معاش مین سرگرم ہین - مگر سب انسانی وحیون کا دار
و مدار بجز ذات انبیا علیہم السلام تجربہ اور مشاہدہ پر ہوتا ہے - کیونکہ تمام اُمور معاش محسوسات سے متعلق ہین - برخلاف اس کے
نبیون کے کامون کا بیشتر حصہ عالم غیر محسوس و مجردات سے متعلق ہوتا ہے - پس حضرات انبیا کی وحی سب سے جدا اور نئی طرح کی
ہونی چاہیے - جس سے کسی کی وحی کو مشابہت نہو - نبیون کا منصب ایسے اُمور کا بالاستیعاب سکہانا اور بتلانا ہے جو موجب
سعادت اور سبب فلاح دارین ہین اور اون سے اعتراض خسران عاقبت کا باعث ہے - اور عقل انسانی کا یہ حال ہے
کہ وہ محسوسات سے ہی نتیجہ نکالنے مین مضطرب ہے - کیونکہ عقل کوئی حکم جو اکثر صحیح ہو بغیر تجربہ نہین دے سکتی - اور تجربہ موقوف
ہے مشاہدہ مخلوقات پر - اور مخلوقات نامتناہی - پس تجربہ کامل محال ہے - یہی وجہ ہے کہ معتقدات حکما مین زمین و آسمان
کا فرق ہے - مقننون کے قوانین کم و بیش ہر سال نیا بہروپ بہرا کرتے ہین اور محققین کو اصابت راے اور صیانت فکر بہت ہی کم
نصیب ہوتی ہے - اور الہیات مین تو حکما نے ایسی ٹہوکرین کہائی ہین جن کا حد و حساب نہین ؎ فلسفی را چشم حق بین
بسخت نابینا بود - خواہ بکین باشد و خواہ بوعلی سینا بود - بمصداق الست بربکم قالو بلے - اقرار عبودیت تو سب مین
موجود ہے مگر کوئی آگ کو حقیقی معبود سمجہکر سجدہ کرتا ہے اور کوئی ستارون کو موثر مستقل مانکر ڈہوک دے رہا ہے کسی نے
طرح طرح کے معبود گڑہ لیے ہین - اور کسی نے مادہ اور نیچر ہی کو قابل پرستش سمجہہ رکہا ہے - پس نبیون کی وحی کو جن کے
سپرد بہت سے مہتم بالشان کام ہین عقل کے برتے پر چہوڑنا کیونکر وہ دانا ے مطلق جایز رکہتا - اگرچہ بعض جزوی امور کا الہام عالم رویا
مین پیغمبرون کو ہوتا تہا مگر ایسے امور کی تعلیم - جن سے فلاح و خسران ابد متعلق ہے بذریعہ رویا مناسب و مصلحت نہین ہے
خواب کی بنا اکثر باستثنا بعض اصلیت پر نہین ہوا کرتی اور اکثر بیداری کے خیالات کا فوٹو ہوتے ہین - چنانچہ مادرزاد اندہے کو
جو خواب ہوتے ہین وہ حس بصر کے متعلقات سے نہین ہوتے اِس لیے خواب کے خیالات کے حق و ناحق کو پہچاننا بہی دشوار —

اور انسان ہمیشہ خیالات مین ڈوبا رہتا ہے اور اوس کے خیال اور اوس کے حافظہ مین بہت بڑا ذخیرہ الفاظ و معنی کا جمع رہتا ہے اس لیئے القا اور رویا کی حالت مین جو احتمال قوی ان الفاظ و معانی کے مختلط ہونے کا ہے وہ بادنی تامل ظاہر ہو سکتا ہے اس لیئے انبیا علیہم السلام پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام وحی نازل ہوتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید جو وحی متلو ہے تناقض و اختلاف سے بالکل بری ہے مگر ؎ بچشم عداوت بزرگ تر عیبے است - گل ست سعدی و در چشم دشمنان خار است -

ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ ولہم عذاب الیم

ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ خداوند تعالی خالق خیر ہے اور بسبب لزوم عدم مع الوجود - شر کا بھی خالق وہی ہے - فطرۃً اوس نے کسی کو شریر پیدا نہین کیا - کیونکہ جب انسان کی حالت پر غور کیا جاتا ہے کہ نیکی کرنے کے بعد خوشی - اور بدی کرنے کے بعد رنج اور شرم لاحق ہوتی ہے - اور خوشی ایک قسم کی لذت ہے اور لذت کے معنی ہین احساس ملائم کے - اور ادراک منافی کو تکلیف کہتے ہین - پس معلوم ہوا کہ نیکی انسان کے موافق ہے - اور نیکی پر ہی انسان پیدا کیا گیا ہے - اور بدی انسان کے غیر موافق اور خلاف فطرت انسانی ہے - اس جگہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا ہے تو شر کیون کرتا ہے - اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے تندرستی فطری ہے اور وہ اوس کے طریقون کی نگہداشت سے قائم رہتی ہے اور تغافل سے پہلے تندرستی مین فرق پڑتا ہے - پھر اگر یہ غفلت یون ہی رہی تو زندگی کا خاتمہ اور موت کا سامنا ہوتا ہے - ایسی ہی نیکی کی حالت ہے کہ جب تک نیکی کے قواعد اور ضوابط پر عمل رہے اوس وقت تک نیکی نیکی رہتی ہے ورنہ فنا ہو جاتی ہے - اسی لیئے اصلاح نفس کو طب روحانی کہتے ہین مگر بہ نسبت جسمانی تندرستی کے روحانی صحت کے لیئے قدرۃً زیادہ اہتمام ہے - یہ بات طبعی ہے کہ پہلے پہل جب کوئی شخص کسی امر ممنوع پر اقدام کرتا ہے تو اوس کو ایک قوت الٰہی جسے کانشنس کہتے ہین قبل صدور فعل منع کرتی ہے اور ترک و اختیار کے حسن و قبح پیش کرتی ہے اور جب وہ باز نہین آتا تو سکوت کر لیتی ہے جیسا کہ ایک عقلمند ناصح کسی پند در گوش مخاطب سے تنگ ہو کر چپ ہو جاتا ہے کہ نہین مانتا تو چولہے مین جا - ہم تو جو نصیحت کا حق تھا ادا کر چکے - لیکن بعد صدور فعل پھر راہ راست پر لانے کے لیئے ملامت کرتی ہے - تا کہ آیندہ اس فعل کو اختیار نہ کرے اور جب وہ شخص بمرات و کرات وہی فعل کرتا ہے تو اوس کو بالکل اپنی حالت پر چھوڑ دیتی ہے - جب آدمی اوس الٰہی قوت کا

کہنا نہین مانتا اور اوس کے بنائے ہوئے نشیب و فراز پر نہین چلتا تو اوس کی پہلی سزا گویا یہ ہے کہ اوس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے - جو گمراہی ہے - چنانچہ ہم گنہگاران کو دیکھتے ہین کہ اون کے آنکھین ہین اور نہین دیکھتے - کان ہین اور نہین سنتے - صحیح الدماغ ہین اور نہین سمجھتے - نہ اون کو کسی واعظ کی تلقین درست کرتی ہے نہ کسی زاجر کی زجر و توبیخ - نہ وہ کسی حاکم کی تخویف و تہدید سے راہ راست پر آتے ہین اور نہ کسی معذب کی تعذیب و تعزیر سے - ایسی ہی کفار کی (جنہون نے قوۃ الٰہی کے خلاف کرنے کی عادت کر لی تہی) خبر بطریق پیشین گوئی خداوند تعالی نے اِس آیت مذکورہ عنوان مین اپنے نبی کو دی ہے کہ ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہین لائین گے - اللہ نے اون کے دلون پر مُہر آنکھون - کانون پر پردہ ڈال دیا ہے اور اون کے لئے عذاب الیم - ایسے گنہگار کی صورت بعینہ ایک مریض کی سی ہے جس کی بدپرہیزی کی وجہ سے طبیعت مدبرہ بدن نے اوسکی اصلاح سے دو ایک دفعہ کے بعد ہاتہ کہینچ لیا - اور اوس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مبتلا مرض سخت ہو گیا - اور غایت مرض جب کہ طبیعت مدبرہ اوس سے دست کش ہو جاوے بجز موت کے کیا ہو سکتا ہے - اب بہی اگر کوئی شخص منکر بدیہات بن کر اِس آیت پر اعتراض کرے تو اوس کے لیئے ہم ہی کہتے ہین ختم اللہ الخ - (**توضیح**) خداوند تعالی نے ہر انسان کو عقل اور عقل کو قوت تمیز دی ہے جس سے وہ نیک و بد کی تمیز اور تمیز کے بعد ترک و اختیار کا مجاز کیا گیا ہے - اِس لئے بلا واسطہ ہم کوئی کام نہین کر سکتے - یعنی خداوند تعالی عقل نہ دے تو ہم کوئی اچہا کام کر ہی نہین سکتے - اِسی طرح اگر خداوند تعالی چاہے تو ہم سے کوئی بدی سرزد نہو مگر عادۃ اللہ ایسی واقع ہوئی ہے - کہ اگر نیکی کی طرف جہکو تو وہ نیکی کی راہ مین آسانیان پیدا کر دیتا ہے - اور بدی کی طرف میل ہو تو وہ بدی پر چھوڑ دیتا ہے - چنانچہ ایک جگہہ اِس آیت کو صاف ارشاد فرمایا ہے - ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم جیسا کہ ہم تفصیلاً تشریح کر آئے ہین - اور یضل من یشاء ویھدی من یشاء کے بہی یہی معنی ہین - جب مرتکب قوت الٰہی کا کہنا نہین کرتا تو وہ گمراہی مین چھوڑ دیا جاتا ہے اور نیکی کی طرف رجحان و میلان رکہنے والے کے لیئے نیکی کا دروازہ کہول دیا جاتا ہے - اِس لئے وہ ہادی بہی ہے اور مضل بہی - وہ چاہے تو مرتکب کے ارادہ شیطانی کو بالکل فرو اور قوت الٰہی کو غالب کر سکتا ہے - اب یہ بات دیکہنی ہے کہ پہلی آمادگی جس کے مقابلہ کے لئے قوت الٰہیہ اوٹہتی ہے کیون اور کس وجہ سے ہوتی ہے

ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی نتیجوں سے واقف ہے اور آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن لیتا ہے پھر بھی وہ جرم کرتا ہے۔ اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی برائی کا خواہشمند نہیں ہوتا پس ماننا پڑتا ہے کہ کوئی چیز برائی پر باعث ہوتی ہے اور وہ اپنی مکاری و دغا سے مرتکب کی نظر میں برائی اچھا ثابت کر دیتی ہے۔ اور یہ ہمنے اسلیئے جانا کہ صدور فعل سے قبل فاعل کی نظر میں وہی فعل اچھا ہو گیا اور کر چکنے کے بعد پھر وہی صورت اوس پیدا ہو گئی کہ اپنی اس حرکت پر ندامت ہوئی۔ اس غوی کو ہم شیطان کہتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ بھی اسکے ایسے ہیں ہم سے متفق ہیں اور مجوس بھی شیطان کے قائل ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ اس کو (شیطان کو) جیسے اون کی زبان میں اہرمن کہتے ہیں وہ مخلوق نہیں مانتے بلکہ مستقل خالق شر جانتے ہیں نیچر پرست اور دہریہ اور بعض کے ہم خیال لوگ اس کے بوجہ غیر محسوس ہونے کے منکر ہیں۔ اس کا ثبوت علٰیحدہ عنوان میں دیا گیا ہے۔ اتنا کہنا اور ہے کہ اگر انسان نیکی پر مجبوراً عمل کرے تو اوس کی نیکی نیکی نہیں۔ یہ جز افضل ترقی ہے جو انسان کو ہی ملتی ہے کہ ایک غوی کے بہکانے کے باوجود وہ نیکی کرتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ شیطان کو کس نے بہکایا۔ اس کی بابت سنئے کہ خداوند تعالیٰ نے اور فرشتوں کی طرح شیطان کو کچھ اجمالی علم غیب انسانی احوال کا دیا گیا تھا۔ اور اس علم اجمالی سے شیطان نے احوال انسانی کا مشاہدہ کیا اور ان سے متاثر ہو کر اپنی قوت استحسان سے بدی اختیار کر لی (بدی کا ظاہر خوشنما اور دلفریب ہوتا ہے) غیب کا مجملاً حال معلوم کرنا محال نہیں بہت سی صورتیں ہیں جن سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہاں ممکن ہے کہ کسی کو یہ اعتراض ہو کہ انسان کا بہکانیوالا شیطان کو کہا گیا ہے اور شیطان انسان ... بہکا۔ اس سے دور لازم آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعتبار علیٰحدہ علیٰحدہ

ـــ٥ شیطان اگرچہ جنات میں سے ہے مگر اون ملائکہ میں جو تنبیہ اعلیٰ طبقہ کے ملائکہ سے کمتر ہیں شامل رہتا تھا۔ چنانچہ اس آیت شریفہ سے مستنبط ہوتا ہے۔۔ اذ قلنا الملئکته اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس۔ (تنبیہ یہاں سجدے کے لغوی معنی جھکنے اور انکسار کے ہیں) اور ملئکہ کو انسان کے احوال جزئی کا علم تھا۔ چنانچہ جب اللہ جل شانہ نے فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفه تو فرشتوں نے امید خلافت میں اولاد آدم کی مفسدہ پردازی اور اپنی خدمت تسبیح و تقدیس پیش کی۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انی اعلم مالا تعلمون فرشتے قائل ہوئے اور کہا سبحانك لاعلم لنا الا ما علمتنا انك انت السمیع العلیم پس شیطان کو بھی جو ملائکہ میں شامل رہتا تھا جزوی و اجمالی علم غیب احوال انسانی کا حاصل ہوگا۔

ہین - اِس لیئے دور لازم نہین آتا - یعنی کسب شر شیطان نے نہ انسان سے بلکہ عالم احوال انسانی سے کیا اور انسان کو شیطان نے بہکایا - بعض موجودہ زمانہ کے اصحاب جو قوۃ سبعی یعنی قوۃ غضبی - اور قوت بہیمی یعنی قوت شہوانی کو شیطان خیال کرتے ہین وہ بالکل غلطی پر ہین - **توضیح** - نفس ناطقہ یعنی روح کو تکمیل مراتب کا ملہ اور تحصیل مدارج عالیہ کے لیئے یہ جسمی آلہ دیا گیا ہے - اور چونکہ جسم مین حرکات اشتغالی کی وجہ سے بموجب دستور مستمرہ تحلیل و تنقیص ہوتی رہتی ہے اور اس کا جبر و نقصان نہ کیئے جانے کی صورت مین روح اپنے مطلوب و مقصود کو حاصل نہین کر سکتی - اس لیے روح کو قوت شہوانی اور قوت سبعی بہی مبداء فیاض سے عطا ہوئی تاکہ قوت شہوانی کے ذریعہ سے جبر و نقصان کے اسباب حاصل کرے اور قوت سبعی کے وسیلے سے موانعات حائلہ کو رفع کرے - ان دونون قوتون کو جمہور کے خلاف ہم نے روح کی قوت کہا ہے کیونکہ جسم تو محض ایک آلہ ہے جو روح کے ہاتھ مین ہے اور جسم مین جس قدر حرکت جو کچھ ہے وہ محض روح کی وجہ سے ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعد مفارقت روح وہ کچھہ کر ہی نہین سکتا - پہر یہ دونون قوتین یعنی قوت شہوانی و غضبی شیطان کیونکر ہو سکتی ہین کیونکہ یہ دونون بنفسہ مفید کار آمد اور عمدہ قوتین ہین اور جب تک یہ قوتین اپنی اصلی حالت پر رہتی ہین صدور فضائل کا باعث ہوتی ہین ہان انکی افراط و تفریط سے رذائل پیدا ہوتی ہین - جو امور عارض ہین - ورنہ در اصل یہ دونون قوتین رذائل کی مورث نہین - اگر انکو شیطان کہا جائے تو لازم آئیگا کہ شیطان کو ایک وقت محض خیر اور صدور خیر کا ذریعہ اور دوسرے وقت شریر اور افعال شر کا بانی کہا جای - حالانکہ کسی کتاب آسمانی نے شیطان کو ذریعہ و وسیلہ افعال حسنہ نہین کہا ہی - اور تمام مذاہب آسمانی اوسکو شریر النفس - مغوی - مضل کہتے چلے آئی ہین - غرض اس سی ثابت ہو گیا کہ شیطان نہ نفس شہوانی ہی نہ نفس سبعی - بلکہ انسان سی علحدہ کوئی اور ہی وجود ہے - چونکہ مذکورہ سابقہ بیانات مین فرشتہ اور جنات کا ذکر آچکا ہے اس لیئے سلسلہ کے لحاظ سے ان کے وجود پر بہی اسی جگہ بحث کی جاتی ہے -

فرشتہ و عالم ارواح

مخلوق دو قسم کی ہی مادیات یا جسمانیات - جس کو عالم خلق بہی کہتے ہین اور روحانیات یا مجردات جس کو عالم امر بہی کہتے ہین دوسری قسم مخلوق محسوس بالحواس نہین - اس زمانہ مین اکثر لوگ اسی وجہ سے عالم امر کے منکر ہین - وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ عالم خلق مین پیدا ہوئے - اسی مین ہوش سنبھالا - جو دیکھا وہ مادی جو سنا وہ محسوس - اس لئے بادی النظر مین یہ خیال پیدا ہوتا ہے

کہ بس یہی عالم حسی اور جسمانیات ہین اور کچھہ نہین - لیکن یہ خیال - بالکل اوس مینڈک کے خیال کے مطابق ہے جس کی زندگی ایک صرف ایک چہتر (تالاب) مین محدود ہو اور وہ اوسی کو بحر محیط خیال کرے - قادر مطلق کی قدرت کو ایک ہی شق مین محصور ماننا درست نہین - پردہ زمین پر لاکھون قسم کی مخلوق آباد ہے اور ہزارون اصناف ہین جنکا ہمین علم ہی نہین - روزمرہ بہت سے اشیا اور موجودات کا ہمین علم ہوتا جاتا ہے جو ہم سے پیشتر والے لوگون کے عین و علم سے باہر تہین اور یہ انقراض عالم یہ سلسلہ منقطع ہوتا نظر نہین آتا اور یہ تو اسی کرہ کا حال ہے جو ہمارا مسکن ہے - پھر ابہی تو اور بہت سے کرے ہین جو یقیناً ہمارے کرہ زمین ہی کیطرح آباد ہون گے - چنانچہ بعض ڈاکٹرون کا اعتقاد ہے کہ چاند - سورج - مریخ - مین بہی آبادی ہے - کرہ زمین مین کثافت اور ثقالت زیادہ ہے اور جون جون اس سے اوپر جاؤ تدریجاً ثقل و کثافت کم ہوتی جاتی ہے - اس سے قیاس چاہتا ہے کہ بعض کرون مین نسبتہً ہم سے زیادہ لطیف مخلوق بستی ہوگی اور وہ بسبب غلبہ ناریت و ہوایت کے محسوس بالبصر نہ ہون گے اور حواس خمسہ ظاہری سے محسوس ہونا نہونا کسی چیز کے وجود و عدم کے لئے لازم نہین - بہت سی چیزین ہین کہ صرف ایک ہی حاسہ سے معلوم ہوتی ہین - اور بہت سی ایسی ہین جو کسی حاسۂ ظاہر سے دریافت نہین ہوتین - ہوا کو دیکھو کہ صرف حس لمس ہی سے معلوم ہوتی ہے - زمین کی قوت جاذبہ (گریوی ٹیشن) کسی ایک حاسہ سے بہی محسوس نہین - پتہر کو جب ہم اوپر پہینکتے ہین تو اوسے نیچے لاتے ہوئے کسی کو نہین دیکہتے - عالم مجردات کا نمونہ اللہ تعالی نے ہمارے جسم مین بہی پیدا کیا ہے دیکہو روح یعنی نفس ناطقہ کو تمام عالم موجود مانتا ہے مگر کسی حس سے محسوس نہین - ارواح ثلثہ طبی باوجودیکہ جسم مین مگر محسوس نہین عقل کا وجود مسلم ہے - مگر کسی ڈاکٹر نے پوسٹ مارٹم کرتے وقت اس کو دماغ مین موجود نہین پایا - خیال کا کون منکر ہے مگر اوس کو کس نے دیکہا ہے - اس عالم پر موثر حقیقی خداوند تعالی ہے - جو جسمیت اور مادیت سے مبرا و معرا ہے مگر فعل و اثر کے لئے متاثر اور موثر مین کسی قدر مماثلت ضرور ہونی چاہیئے - لیکن موجودات ممکنہ اور خداوند تعالی مین کوئی مناسبت نہین وہ ہویت محض بے کیف بلکہ اکشف - اس لئے عقل سلیم ایسے وسائط کے وجود کو تسلیم کرتی ہے جن کا اعلی طبقہ باعتبار تجرد کسی قدر مناسبت موثر حقیقی سے رکہتا ہو اور ادنی طبقہ اجسام مادی سے کچھہ مشابہت رکہتا ہو - انہین وسائط کو ہم فرشتے کہتے ہین - یہی صورت ہمارے اجسام مین بہی موجود ہے - اسی لئے جسم انسان کو عالم صغیر کہتے ہین - جسم کو ایک

عالم مادی خیال کرو۔ جس کا موثر نفس ناطقہ ہے اور وہ جسمیت سے مبرا ہے۔ اب دیکھو کہ نفس ناطقہ بالذات جسم پر
موثر نہین ہے۔ اوس کے اثر کو پہلے روح نفسانی (جو خون کے لطیف اجزات سے بنتی ہے) قبول کرتی ہے اور روح
نفسانی اعصاب پر اثر ڈالتی ہے اور پھر اعصاب تمام جسم مین حس و حرکت پیدا کرتے ہین۔

جنات

شیطان قوم جنات مین سے ہے۔ جن اسم جنس ہے نیک و بد دونون پر بولا جاتا ہے۔ مگر شریر الطبع اشخاص جن کے
لئے اسم شیطان مخصوص ہے۔ جس کو فارسی مین۔ دیو۔ ہندی یا سنسکرت مین بھوت۔ پریت یا راکشش کہتے ہین۔ دنیا مین
کوئی قوم اور مذہب ایسا نہین جو جنات کے وجود کا قائل نہو اور اب بھی اون کے دیکھنے والے سیکڑون نہین ہزارون موجود
ہین۔ اور اکثر ایسے ثقہ اور معتبر آدمی ہین جن کی طرف احتمال کذب بھی جہالت ہے۔ کیونکہ کوئی غرض اون مین نہین پائی جاتی جو
جھوٹ بولنے پر اون کو داعی ہوئی ہو۔ پس جو بات کہ از روے مشاہدہ صحیح ثابت ہو اوس کا انکار وہی کرسکتا ہے جو مشاہدہ صحیح
وصریح کو غلط مانتا ہو۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ وہ صرف صور وہمیہ ہین۔ لیکن ایسے وقت جبکہ وہم کا شان گمان بھی نہ ہو تو وہ
صور وہمیہ نظر نہ آنے چاہئین۔ اور چاہئے کہ وہ اشکال صرف وہم اور خوف ہی کی حالت مین محسوس ہون واذ الیس
فلیس۔ بسا اوقات ایسے مقامات پر گذر ہوتا ہے جہان یقین دلایا گیا ہے کہ یہان جنات کا بسیرہ ہوتا ہے۔ اور وہ مقامات
ویران اور سنسان پڑے رہنے کی وجہ سے بھیانک بھی ہوتے ہین۔ اور اوس جگہہ داخل ہوتے وقت خوف بھی طاری
ہوتا ہے مگر کچھ بھی نہین دکھائی دیتا اگر صور وہمیہ ہوتین تو ہر شخص کو لازمی طور پر ایسے مقامات پر دکھائی دیتین۔ کبھی ان صورتون کا
نظر آنا اور کبھی نظر نہ آنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ بیشک ان صورتون کی اصلیت ضرور ہے۔ اور بلا شبہ وہ جنات ہی کے
اشکال ہین۔ علاوہ ازین صور وہمیہ کو دیرپائی اور استقلال نہین ہوتا۔ اور عقل اوس غلطی کو بہت ہی تھوڑی دیر مین معلوم کرلیتی ہے
مگر یہ محسوس اشکال بڑی دیر تک پیش نظر رہتی ہین۔ اگر کہا جاے کہ حالت خواب مین بھی تو خیالات بہت دیرپا ہوتے ہین۔ تو ہم
کہتے ہین کہ اوس کی یہ وجہ ہے کہ خواب مین رطوبات دماغی اور ابخرات متصاعدہ سے عقل خود گران بار اور کسلمند ہوتی ہے
اور اپنے کاروبار سے دست کش ہوجاتی ہے۔ اس لئے اصل و نقل کی تمیز کی قدرت اوس کو نہین رہتی۔ ماسوا اس کے

کوئی وجود جنات کا سماعی طور پر اور کوئی عینی طور پر قائل ہے - اور ہر ملک اور ہر قوم مین ان کے قائلین ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہین - اور خلاف عقل ہے کہ اپنے عدم مشاہدہ کو حجت گردان کر دوسرون کے تجربہ اور مشاہدہ کو لغو اور غلط تبلایا جاوے - مثل مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤن نہین ہوتے - اگر در اصل اس کی کچھ حقیقت نہین تھی تو اس خیال کو اس قدر زمانہ دراز سے اتنی شہرت اور وسعت ہرگز نہین ہوتی اور جو لوگ اون کے زبان سے قائل نہین وہ دل سے ضرور معترف ہین - اب رہی یہ بات کہ وہ کیونکر صور مختلفہ اور اشکال متعددہ بطور خود اختیار کر سکتے ہین اور یہ خیال اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے کبھی کسی کو صریحاً صورت بدلتے نہین دیکھا مگر جب ہم موالید ثلثہ کے ہر مرتبہ کو دیکھتے ہین کہ جو کمی پہلی قسم مین ہے وہ دوسری مین نہین اور جو دوسری مین ہے وہ تیسری مین نہین تو بروے عقل یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تشکل باشکال مختلفہ کی کمی جو انسان مین ہے وہ اللہ تعالی نے جنات وملائکہ مین نہین رکھی ہوگی - علاوہ اس کے جنات وملائکہ ہم سے بدرجہا لطیف ہین اور جو چیز لطیف ہوتی ہے وہ بوجہ اپنے لطافت کے جلد ایک شکل چھوڑ کر دوسری شکل اختیار کر لیتی ہے - جیسے آب وہوا - کہ ہر قسم کی شکل اختیار کر لیتے ہین حتی کہ اپنی صورت جسمیہ کو بھی بدل لیتے ہین - کہ پانی ہوا اور ہوا پانی بن جاتا ہے - اگر کوئی کہے بسائط کا حکم مرکبات پر صادق نہین آسکتا تو ہم صرف یہ کہدینگے کہ جن مین بسائط کا ہم نے حوالہ دیا ہے وہ درحقیقت مرکب ہی ہین - مجردات مین تشکل کی قوت اختیاری ہوتی ہے اور ہمارے خیال مین یہی - جو عالم مجردات کا ایک ادنی نمونہ ہے - اللہ تعالی نے تھوڑی سی یہ قوت رکھی ہے - فرق اتنا ہے کہ اس کی اختیار کی ہوئی شکلون مین دیرپائی نہین ہوتی

قالت نملة یا ایہا النمل

ہر جانور کو اللہ تعالی نے سمجھ دی ہے جس سے اپنی ذاتی برائی بھلائی کو جانتا اور پہچانتا ہے - اگر یہ عطیہ درگاہ خداوندی سے نہ ملتا تو بقاے شخص کسی نوع کی ممکن نہ تھی - اس کے ساتھ ہی بعض حیوانی نوع کو انسان کی طرح عقل تمدنی بھی عطا فرمائی ہے - چنانچہ اکثر حکماء قدیم وحال نمل (چیونٹی) مین عقل تمدنی کے وجود کو مسلم مانتے ہین - پس حضرت سلیمان علیہ السلام کے بے انتہا لشکر کو دیکھکر چیونٹیون کا اپنے بلون کی طرف جانا تو کچھ تعجب انگیز بات نہین - تعجب انگیز بات تو صرف قالت النملة ہے - اچھا یہ تردد بھی ہم مٹائے دیتے ہین - زبان دو طرح کی ہوئی ہوتی ہے حال اور قال - پس ایک چیونٹی کا اپنے نشا خفی کا احساس کرکے اپنے بل کی طرف جانا - زبان حال سے دوسری چیونٹیون کو خطرہ سے آگاہ اور اوس سے بچنے کی ہدایت کرنا ہے

دوسرے عجیب یہ مان لیا گیا کہ چیونٹیوں میں تمدن ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اون میں تبادلہ خیالات کا ذریعہ یعنی نطق بھی علی قدر احتیاج ضرور ہے۔ تمدن بغیر باہمی مکالمت وتبادل خیالات کے قایم نہین ہوسکتا۔ اس صورت مین قول کی نسبت چیونٹی کی طرف ویسے ہی محل تعجب نہین۔ اگر یہ کہا جاے کہ اوس کی آواز سنائی کیون نہین دیتی۔ تو ہم کہتے ہین کہ ممکن ہے کہ اوسکی آواز ایسی باریک اور مہین ہو جس کے سننے مین انسانی سماعت عاجز ہو۔ کیونکہ حیوانات کی آواز یا سنسناے بعض بقدر قدو قامت ہوا کرتی ہے۔ قطع نظر اس سے یہ نا ممکن نہین ہے کہ دنیا کے کسی حصہ مین یا عہد سلیمان مین بڑی بڑی چیونٹیان ہون اور اون مین سے کسی چیونٹی نے حضرت سلیمانؑ کے لاؤ لشکر سے ہراسان ہوکر اس آمیز آواز سے دوسرے ہم جنسون کو خبردار کرتے ہوئے اپنے بل کی راہ لی ہو۔ دنیا مین بہت سی جگہ اور بہت سی سرزمین ایسی ہین جہان ہمارے ملکی جانورون سے بعض زیادہ قوی وتنومند اور بعض ضعیف وقصیر القامت جانور پیدا ہوتے ہین۔ طوطون کو دیکھو کہ کہین اتنے بڑے ہوتے ہین جیسے مرغ بلکہ مرغ سے بھی زیادہ۔ اور کہین اتنے چھوٹے جیسے پدڑیان۔ کتے۔ لنگور۔ بندر۔ کہین اتنے چھوٹے ہوتے ہین جیسے گلہری۔ پس یہ نا ممکن نہین کہ بعض حصص دنیا مین چیونٹیان اتنی بڑی اور قوی الجثہ ہون کہ اون کی آواز مثل دیگر حیوانات کے کسی قدر فاصلہ سے سنائی دے۔ آدہ آدہ انچہ کے قامت چیونٹے تو اس زمانہ مین بھی موجود ہین۔ اگرچہ انسان نے اپنے زعم مین ساری دنیا چھان ڈالی ہے۔ مگر بہت سے مقامات انسان کی نظر سے چھپے پڑے ہین۔ اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگلے زمانہ مین چیونٹیان بھی موجودہ زمانہ کی چیونٹیون سے بہت بڑی بڑی ہوتی ہونگی۔ کیونکہ اگلے لوگ جسامت وطاقت مین اپنی آیندہ نسلون سے ہمیشہ زیادہ ہوتے تھے۔ اور ہم اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین کہ جو ڈیل ڈول اور جثہ وجسامت ہمارے بزرگون کا تھا وہ ہمارا نہین ہے۔ علاوہ اس کے بعض بعض جگہ زمین مین دبے ہوئے اور برف مین ڈہکے ہوئے بڑے بڑے ڈہانچے بعض عظیم الجثہ اور عجیب حیوانات کے ایسے پائے گئے ہین جو موجودہ زمانہ کے جانورون سے بہت ہی زیادہ بڑے ہین۔ پس کوئی تعجب نہین کہ چیونٹیان بھی کسی زمانہ مین بہت بڑی بڑی ہوتی ہون

دیکھو نوٹ صفحہ ۴۴	الم ترکیف فعل ربک باصحب الفیل الخ	

اصحاب فیل کا واقعہ حضرتؐ کی پیدایش کے مہینہ دو مہینہ ہی پیشتر کا ہے آن حضرتؐ اسی سال عام الفیل ہی مین پیدا

ہوئے تھے اور اس سورۃ کے نزول کے وقت زیادہ زمانہ نہین گزرا تھا۔ اور بہت سے لوگ اس واقعہ کے برای العین دیکھنے والے موجود تھے۔ اور اون مین سے بہت سے کفار و معاند تھے جو حضرت کی تکذیب و تخفیف کے لئے ہر وقت متوقعہ کے منتظر رہتے تھے۔ اگر یہ واقعہ سچا نہ ہوتا تو وہ دنیا سر پر اوٹھا لیتے۔ مگر سب چپ سادھ گئے اور چون و چرا نہین کی اس واقعہ پر چونکہ عقل متفق نہین ہوتی۔ اس لئے بعض حضرات اس مین شک کرتے ہین۔ مگر اس کی صحت کے لئے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا سکوت و عدم تعرض ہی دلیل کافی ہے۔ اور یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ کسی واقعہ کا قرین قیاس عقل فلسفی نہونا اوس کے بے بنیاد اور بے اصل ہونے کے لئے حجت نہین ہوتا۔ بہت سے واقعات ہین جو بعید از عقل ہین اور باعتبار مشاہدہ و بلحاظ روایت اون کے وقوع مین کچھ شک و شبہ نہین۔ لیکن ہم صرف ایک ایسے واقعہ پر اکتفا کرتے ہین جس کو انتخاب لاجواب مورخہ یکم فروری ۱۸۹۹ء مین ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار نے ڈاکٹر ہانگ برگر صاحب کے تیس سال کے سفرنامے کورٹ اینڈ کیمپ اف رنجیت سنگھ سے انتخاب کرکے لکھا ہے۔ ایک شخص سوامی ہریداس نامی نے لاہور مین سمادہی سادہی (حبس دم کیا) اپنے نفس کی راہ کو اپنی زبان سے بند کیا۔ اور اوس کے چیلون نے روئی وغیرہ سے کل نفس کی راہ کان آنکھ کو بند کر دیا۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سامنے اوس کو ایک چادر مین باندھا۔ اور مہاراجہ نے اوس کے پستارے پر اپنی مہرین لگا کر صندوق مین بند کرا دیا اور صندوق کا کوئی درز اور منفذ ایسا نہ تھا جس مین سے ہوا اندر جا سکے اور اوس صندوق کو ایک غار مین جس مین صرف اوس صندوق کے قابل ہی جگہ تھی رکھوا کر غار کا موزہ بند کرا کر تیغہ کرا دیا اور حفاظت کے لئے مہاراجہ صاحب نے اوس پر پہرہ مقرر کر دیا۔ چھ ہفتہ کے بعد سوامی ہریداس کے پشتارہ کو نکلوا کر کھلوایا گیا۔ مہرین بدستور لگی ہوئین تھین کٹھری مین سے سوامی کو نکالا گیا۔ ڈاکٹر مذکور اپنی کتاب مین لکھتے ہین کہ اوس کے جسم پر جھریان پڑی ہوئی تھین۔ جسم تمام سرد تھا۔

لہ اس واقعہ مین خلاف عقل کوئی بات نہین معلوم ہوتی کہ ابابیلون کا ایک دل بادل آیا اور اوس سے لشکر فیل پراگندہ و برباد ہو گیا۔ کیا آپ نے ٹڈیون کا دل نہین دیکھا۔ جب کبھی ٹڈی دل آتا ہے تو اوس سے بے بس مخلوق خدا کس قدر پریشان ہو جاتی ہے اور کس قدر زراعت کا نقصان ہو جاتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ اون پرندون کی چونچون مین کنکریان ہون۔ سراج۔

نبض بالکل ساقط تھی - دل بالکل غیر متحرک تھا - آنکھون کو کھول کر دیکھا گیا تو بعینہ مردہ کی سی تھین - ہری داس کے چیلون نے بدن کو ملنا شروع کیا اور گرم گرم حلوا کھوپڑی پر باندھا - ناک کان سے روئی نکالی - زبان کو سیدھا کر کے سانس لینے کا راستہ کھولا - آنکھون کی پلکون کو ملا - اوس کے بعد ہری داس پر کپکپی چڑھی - نتھنون سے سانس آنے لگی - آنکھون مین روشنی آگئی - دل اور نبض متحرک ہو کر فوراً اٹھ کھڑا ہوا - کچھ عرصہ کے بعد ہری داس نے کامل چار ماہ تک سمادھی لی - اس واقعہ کو ڈاکٹر ہانگ برگر صاحب نے اپنا چشم دید لکھا ہے

شہاب ثاقب

شہاب کی بابت اگلے فلاسفرون کا جو خیال تھا اوس کی تکذیب تو خود فلسفہ جدید ہی نے کر دی اور تبلا دیا کہ شہاب یا میٹورس گرنے والے ستارے ہین - اور دوربین کے ذریعے سے وہاتی اجسام معلوم ہوئے ہین - اور اوس کی تائید مزید یون بھی ہوتی ہے کہ اکثر اوس قسم کے ستارے زمین پر گرے ہوئے پائے گئے ہین - جو کسی دہات کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہین (اور وہ ممالک یورپ کے مشہور عجائب خانون مین محفوظ ہین) چنانچہ تقریباً ڈیڑہ سال کا عرصہ ہوا - علاقہ ہنڈون ریاست جے پور مین بھی ایک ایسا ہی چھوٹا سا جرم اوپر سے گرا تھا اس پاس والے دیہاتی لوگ اوس کے دہماکے کی ہولناک آواز سے بہت خوف زدہ ہوئے - بعدہٗ انہین کی اطلاع دہی پر اوس کو زمین سے نکالا گیا (چونکہ بہت گہرا زمین مین گہستا چلا گیا تھا) فلاسفہ کی یہ تحقیق بھی اقناعی ہے - دوربین سے نظر آنے کی تو یہ صورت ہے کہ نظر ہمیشہ دور کی چیزون کے دیکھنے مین غلطی کیا کرتی ہے - دیکھو ریتیلے میدانون مین ریت ایسی معلوم ہوتی ہے گویا دریا موجین مار رہا ہے - اور بغیر قریب آئے وہ غلطی رفع نہین ہوتی - اور ظاہر ہے کہ دوربین کا عمل نظر پر موقوف ہے - پس اس کی بھی اس کے عامل نظر کی طرح ایک حد ضرور ہوگی - جس کے بعد یہ بھی غلطی سے بچ نہین سکتی - پس جب تک یہ احتمال قایم ہے فلاسفہ کی یہ خبر قابل یقین نہین - اگرچہ بنفسہ وہ صحیح ہی کیون نہو - رہا یہ دعوی کہ ایسے گرے ہوئے جرم زمین پر دیکھے گئے ہین پھر کیا شک ہے - تو ہم کہتے ہین کہ یہ بھی قیاس ہے - اس عالم کا مرکز آفتاب کو مانا گیا ہے - جس کے جذب سے تمام ستارے وغیرہ قایم ہین - اگرچہ زمین سے آفتاب تک ۹ کڑور ۳۰ لاکھ میل کا فاصلہ ہے - مگر بقول فلاسفہ حال اوس کی (آفتاب کی)

قوت جاذبہ زمین کو بھی ایک حد تک اپنی طرف کھینچے لئے جاتی ہے جہان سے زمین کی قوت ہار بہ خدا جانے کس وجہ سے جاذبہ آفتاب پر غالب آکر اوس کو پہر اپنے مقر پر پہنچا لاتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ شہابیہ یا گرنے والے ستارے آفتاب سے قریب تر ہین۔ اسلئے یہ شہابیے لزوماً آفتاب کی جانب گرنے چاہئین۔ یا بوجہ مقاربت اور جذب دوسرے ستارون کے جنمین قوت جاذبہ زمین کی طرح موجود ہے۔ اون ستارون کی طرف گرنے چاہئین۔ زمین کی کشش و جذب کی وہان تک رسائی نہین ہو سکتی۔ دوسرے زمین کی کشش جاذبہ اور جسم ہابطہ کی قوت میل الی المرکز جسم ہابطہ کو خط مستقیم زمین کی طرف لاتی ہے۔ مگر یہ اجرام ہمیشہ مختلف جہات مین اس طرح متحرک ہوتے ہین جیسے کوئی انکا قاسر ہو اگر یہ صورت ہو کہ تار اوٹ کر پہٹ سے دیکھنے والے کے سامنے اوسی سیدہ مین آگرے تو چون و چرا کی گنجایش ہی نرہی ورنہ یون تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ جسم یا جرم ایسے ہین جنکی حقیقت کہ یہ کیا ہین۔ کہان سے آتے ہین۔ کیون گرتے ہین تحقیق ہی نہین ہوئی۔ ہمارا یہ مطلب نہین کہ تحقیق غلط ہے مگر یہ کہ احتمالات سے جا ہے وہ کتنے ہی خفیف کیون نہ ہون یہ مسئلہ بہی خالی نہین۔ اور ہمین کیا؟ غلط ہو یا صحیح ہمارے کلام اللہ کی خبر نہ اس کے مخالف ہے نہ موافق۔ خداوند تعالی نے اپنے کلام معجز نظام مین شہاب و ثاقب کی حقیقت اور کیفیت نہین بیان کی نہ اوس کے بیان کرنے کی ضرورت تہی۔ اوس نے منجملہ اور فوائد اور مصلحتون کے ایک مصلحت اور فائدہ یہ بہی بیان کیا ہے کہ ہم نے شیاطین کے لئے انکو رجوم مقرر کیا ہے۔ کیا یہ ممکن نہین کہ انہین اجسام سے شیطان ڈر کر بہاگتے ہون اور یہی اجسام اون کے حق مین آگ کے شعلون کا کام دیتے ہون۔

معجزات

انسان کو طبعاً یہ اعتقاد ہے کہ اوس کا پیدا کرنے والا ایک واجب الوجود ہے۔ اور حیات چند روزہ کے بعد اوسے ایک اور عالم سے سابقہ پڑنے والا ہے۔ انسانی خیالات کی تہذیب۔ اعمال کی تادیب اور خواہشات کی تحدید اسی اعتقاد کی وجہ سے ہے۔ ایسے موقعہ پر جب کہ بظاہر کچہہ کہٹکا نہ ہو اور اغیار اور رقیبون کی بدنیتون اور نکتہ چینیون

کے دروازے بند ہون صرف یہی اعتقاد ہے جو اکثر بد افعالیون سے روکتا ہے۔ لیکن چونکہ عقل انسانی حواس
خمسہ کی محتاج ہے۔ اور حواس خمسہ صرف محسوسات تک ہی کام دیسکتے ہین اور عالم آخرت حواس کے حدود سے باہر ہے۔ اس لئے
انسان بطور خود اوس عالم کے احوال کلی وجزئی سے واقف نہین ہو سکتا۔ اور عالم آخرت ہی پر کیا موقوف ہے۔ دنیوی
معاملات مین بہی اسے اتنی سمجھ نہین کہ بالاستیعاب ہر نشیب وفراز کو دیکھبہال اور ہر بری بہلی بات کی حقیقت کو دریافت
کرلے۔ کیا آپنے نہین دیکہا کہ ایک گروہ ایک وقت ایک بات پر متفق ہوجاتا ہے۔ اور دوسرے وقت اپنی غلطی پر متنبہ
ہوجاتا ہے۔ اور کبہی یہ غلطی ایسی ہوتی ہے جس پر مدتون آگاہی نہین ہوتی۔ پس امور مبدء ومعاد کے بتانے کے لئے ایسے
اشخاص کی ضرورت ہوئی جو ایسے طریقے اور ذریعے بتاسکین جو ہمارے دوسرے عالم کی زندگی مین مفید اور کارآمد ہون
ان ذوات قدسیہ کو ہم انبیاء مرسل کہتے ہین۔ طلبگار تصدیق کے سامنے نبی کو دعوی رسالت کی تائید اور اپنے مرسل
من اللہ ہونے کی تصدیق کی ضرورت سب پر مقدم ہے۔ کیونکہ احکام کی تعمیل بقدر وقعت وصداقت ہوا کرتی ہے
اب نبی کو دعوی رسالت کی تصدیق مین کیا کرنا چاہیئے۔ صرف حقیقت معاد وغیرہ بیان کردینے سے تو یہ مطلب
ادا ہو نہین سکتا۔ کیونکہ اس پر تو جب اعتماد ہوگا جب پہلے یہ یقین ہوجاے کہ خبر دینے والا سچا خدا کا رسول ہے۔ اس کے
لئے تو کوئی ایسا کام جو تمام انسانی طاقتون سے بالاتر ہو۔ ضرور ہے۔ اس لئے معجزہ اور خرق عادت ہر نبی کے لئے ضروری
ہے۔ اور تصدیق انبیا علیہ السلام کے لئے یہی قانون آلہی ہے۔ تاکہ اون مین اور عوام مین مابہ الامتیاز رہے۔ جو لوگ ان
امور عجیبہ کو خلاف قانون قدرت سمجھکر غلط کہتے ہین بالکل بیہودہ ہین۔ جو لوگ کسی مذہب کے پابند ہین اور خدا کو قادر مانتے
ہین اون سے تو اسیقدر کہدینا کافی ہے کہ یہ اسباب وآثار سب عادی ہین۔ اور مشیت ایزدی ان سب اسباب
عادیہ اور آثار جاریہ کے خلاف پیدا کرسکتی ہے۔ اور کررہی ہے۔ کیا اونہون نے خداوند تعالی کی قدرت کو اور اوسکے
اختیار کو اپنے اوپر قیاس کیا ہے۔ اور کیا وہ سمجھتے ہین کہ جیسے ہمارے کام اسباب موجودہ پر مبنی ہین ایسے ہی نعوذ باللہ
وہ بہی انہین مواد اور انہین اسباب وآلات کا محتاج ہے۔ سبحان اللہ عما یصفون۔ جن آثار وخواص کو تم
غیر قابل التبدل اپنے استقرار ناقص مین سمجھ رہے ہو وہ درست نہین۔ مگر ہم ذرا صراحت کئے دیتے ہین اور واقعات

سے ثابت کرتے ہین کہ جو افعال وآثار تم نے موالید ثلثہ مین دریافت کئے ہین اور اونہین غیر قابل تبدیل مانتے ہو۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تمہارے مفروضہ نیچر کے بالکل خلاف اون سے آثار وخواص ظاہر ہوتے ہین۔ جن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اشیاء کی ماہیت اور خواص وافعال سے تمکو کماہی واقفیت نہین ہے۔ پہر باوجود اس عجز ونادانی کے کسی امر غیر عادی پر شور وغل مچانا نہایت نازیبا بات ہے پہلے ہم جمادات ہی سے شروع کرتے ہین۔

پتھر کا نیچر ہے سختی اور عدم انحنا اور عدم تحرک۔ مگر جے پور البرٹ ہال میوزیم مین ایک پتھر کا ٹکڑا ایسا ہے جو لچکتا ہے بعض پتھر کی کانون مین سے ایک چھوٹا سا پتھر کا ٹکڑا بعض اوقات نکلتا ہے جو تھوڑی دیر تک اضطراری اور مذبوحی حرکات کرنے کے بعد ساکن ہوتا ہے جس کو بعض لوگ پتھر کا دل خیال کرتے ہین۔ ایک ایسے پتھر کا ٹکڑا تحصیل روپ باس علاقہ ریاست بھرت پور کی ایک کان کا ہمارے پاس بہی ہے۔ حکما کا مسلم مسئلہ ہے کہ ازحد یبوست فنافی حیات ہے اور پتھر کی یبوست بدیہی ہے۔ لیکن پتھر مین سے بعض فلاسفرون نے ایک جاندار کیڑا نکلتے برای العین دیکھا ہے۔

نباتات کا یہ خاصہ ہے کہ وہ احساس وحرکت نہین کرتے۔ لیکن علماے علم نباتات کی تحقیق سے درختون مین حرکت کا ہونا پایا گیا ہے۔ بعض پودے اپنی جگہ بہی بدلتے ہین۔ اور بعض درخت ایسے پائے گئے ہین جو شکار بہی کرتے ہین جس سے ثابت ہے کہ حس وحرکت کا نباتات مین نہ ہونا کچھ ضروری نہین۔ لجالو یعنی چھوئی موئی کا حس بدیہی ہے۔ میوہ دار درختون کے چھوٹے چھوٹے پودون کی پیدایش ونمو خاص وقت تک ہوتی ہے اور خاص وقت اور حد معین پر پہونچکر پہل پہول لگتے ہین۔ مگر ہم نے اپنی آنکھون سے دیکھا کہ دس پندرہ منٹ مین ایک گٹھلی سے آم کا پودہ اگا اور پودے مین آم لگے اور لوگون نے کہائے (جسکو ایک عامل نے کیا تہا)

حیوانات کا یہ عالم ہے کہ پیدا ہونے کے بہت دنون بعد رفتار وگفتار کی قدرت ہوتی ہے لیکن چند ہی روز کا ذکر ہے ایک شخص مسمی شمشو ملازم قیصر ہند ہوٹل راج جے پور کی بہن کے اجمیر مین دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک لڑکا جو کسیقدر وزنی الجسم تہا پیدا ہوتی ہی پانون چلنے لگ گیا اور تین دن کے عرصہ مین اوس کے جسم کو حیرتناک نمو ہوتا رہا اور تیسرے روز مر گیا۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ بغیر کہائے پیئے کوئی ذی روح زندہ نہین رہ سکتا۔ مگر فرانس کی ایک عورت مارگیرٹ نامی اٹھارہ برس سے

سو رہی ہے اور اوس کے موند مین ایک دانہ اور ایک قطرہ پانی نہین گیا۔ جس کو اب ڈاکٹرون نے حقنت کے ذریعہ سے
غذا پہونچانے کا انتظام کیا ہے۔ دیکھو پیسہ اخبار روزانہ بابتہ ماہ مارچ سنہ ۱۹۰۲ع ۲۰- مارچ سے ۲۹- تک دیکھو تاریخ تحقیق
یا ونہین) حال مین اس مرض النوم کا بہت چرچا پہیل گیا ہے۔ اور اخبارون مین اس قسم کے اکثر واقعات سنتے مین آتے
ہین۔ آتش خلیل کے ذیل مین جو ہمنے لکہا ہے اور سوامی ہری داس کی حبس دم کی حکایت جو ہمنے پچہلے مضمون مین بیان
کی ہے اوس سے نیچریون کے خون کی گرمی ٹہنڈی پڑگئی ہوگی۔ اس قسم کے اور بہت سے واقعات روزمرہ پیش آتے
رہتے ہین جو اخبار بین نظرون سے پوشیدہ نہین ہے۔ نتیجہ اس کلام کا یہ ہے کہ تم نے اپنے محدود تجربہ اور استقرار ناقص سے
جس کو لا آف نیچر قانون قدرت سمجہہ رکہا ہے اور جس کی رو سے معجزات کے منکر ہو وہ تمہارا زعم باطل ہے۔

دوسری دلیل

مادے کے تغیرات کو سائنس دان اوس کے ذاتی افعال سے کہتے ہین اور ارباب مذاہب اضافی جو اللہ تعالی نے
اوس مین پیدا کئے ہین۔ کیونکہ افعال و تغیرات مادی ہین۔ جو حکمتین ہین وہ مادے کی طبعی خصلتین نہین۔ وہ ایک بے شعور چیز
ہے۔ اور بے شعور سے ایسے افعال حکمی کا صدور ناممکن ہے۔ تو بہی ان تغیرات کی حد نہین ہے۔ سائنس دان تغیرات
و تبدلات مادیکی تحدید کے لئے اپنے زعم مین قانون انتخاب طبعی کا روڑا مادہ کی رفتار مین اٹکاتے ہین کہ مادہ ہی الٹ پلٹ
ہوتے ہوتے اور یون ہی بنتے بگڑتے مدتون بعد ایک افضل شکل و حالت پر پہونچکر پہر اوسی پر قایم و دایم ہوجاتا ہے۔
ذالك قولهم بافواههم یقولون پاے چوبین زکجا عرصہ آتش زکجا۔ مادہ اس کا پابند نہین۔ قانون انتخاب طبعی
کے بموجب ہیت فاضلیہ انسانی یہ ہے کہ چہرہ ایسا ہو۔ سر ایسا۔ پانچ اونگلیان ہاتہہ مین پانچ پاؤن مین وغیرہ وغیرہ۔ لیکن
بعض اوقات اس قانون کی خلاف ورزی بہی مادہ کر بیٹہتا ہے کہ کبہی چہہ چہہ اونگلیان ہوتی ہین۔ کوئی خلقی ٹونٹا ہوتا ہے
کوئی خلقی اندہا۔ کسی کے پاؤن ندارد کسی ہاتہہ ندارد۔ پہر بعض وشاذ بچے ایسے بہی ہوئے ہین جو چار ہاتہہ وغیرہ وضع سے
انسان کی معمولی صورت سے بالکل علیحدہ تہے۔ گو ایسی صورتین بعض و شاذ ہی سہی۔ لیکن اس بات کے ثابت کرنے کیلئے
بہت کافی ہین کہ مادہ کا اشکال موجودہ پر قائم رہنا ضرور نہین اور اوس کی تبدیل اشکال ممکن ہے پس جب جملہ صور مادیہ کی

حد مقرر نہین ہے تو معجزات بہی خلاف قانون قدرت نہین ۔ موجودات ۔ اور موجودات کے آثار و خواص کا انحصار نہین ۔
کیونکہ معلومات کی ابہی تک حد نہین قائم ہوئی ۔ اور ان آثار و خواص کے ظہور کے مشروط و اسباب پر علم بشری حاوی
نہین ۔ پہر اون واقعات کو جنہین ہم معجزات کہتے ہین اپنے علم محدود کی روسے کیونکر غیر صحیح کہہ سکتے ہین ۔ ہر فعل
کا کوئی سبب ضرور ہوا کرتا ہے ۔ خواہ وہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ ۔ ان واقعات کا بہی کوئی سبب فاعلی ضرور ہوگا ۔ جس کا ہمین
علم نہین ۔ ہان اگر کوئی عالم بشرط ہوش و حواس یہ دعوی کرے اور اپنے دعوی کو بدلائل و اسانید معقول ثابت کر دے کہ
ہم نے تمام مخلوقات و کائنات کے کماہی حالات ساریہ اور کیفیات آتیہ و ماضیہ پر بالکلیہ عبور کر لیا ہے تو ہم بہی اوس سے
متفق ہو جائین گے ۔ مگر ایسا دعوی کون کر سکتا ہے اور کیونکر ہو سکتا ہے ۔ جب یہ صورت ہے تو معجزات سے انکار مطلق محض
جہالت نہین تو اور کیا ہے ۔ اگر کوئی یہ کہے کہ پہر وہ واقعات متواتر کیون نہین ہوتے تو جواب اوس کا یہ ہے کہ کسی واقعہ کے قابل تسلیم ہونے
کے لیئے اوس کا تواتر ضرور نہین ہے ۔ امریکہ کی ایک عورت کا واقعہ جس کا ذکر مولانا مولوی حکیم غلام حسین صاحب کنتوری
نے اپنی کتاب انتصار الاسلام مین کیا ہے ۔ جو آنکہہ بند کر کے اندہیرے مین باریک سے باریک حروف بلا تکلف پڑہ لیتی ہے
ایک نیا اور نادر واقعہ ہے ۔ اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف نور ۔ اور آنکہین ہی دیکہنے کا سبب نہین ہے
بلکہ اور بہی اسباب ہین جو ابہی تک معلوم نہین ہین ۔ اور اس عدم تواتر سے اس واقعہ کی صحت مین کچہہ فرق نہین پڑ سکتا ۔ ایسے ہی
لاکہون واقعات ہوتے رہتے ہین ۔ حضرت صالح کی اوٹنی کا معاملہ اگرچہ حیرت انگیز ضرور ہے ۔ لیکن جب تک کہ کل
اسباب آفرینش پر اطلاع نہو جاے ہمارا اس سے انکار کرنا انکار بلا دلیل ہے ۔ پتہر سے جاندار کیڑا نکلنے تو بعض ڈاکٹرون
نے اکثر بچشم خود دیکہا ہے ۔ اور جب اوٹنی ایک حیوان ہے اور کیڑا بہی ایک حیوانی نوع ۔ تو اوٹنی کا بہی پتہر سے پیدا ہونا
امکان سے خارج نہین ۔ جب اس کے لایق و مناسب اسباب و شرائط بہم پہونچ جائین تو اونٹ بہی پتہر سے پیدا ہو سکتا ہے
حضرت موسی کے عصا مین ممکن ہے کہ منجملہ اور خواص کے پانی بستہ کر دینے کی بہی ایک خاصیت رکہی ہو ۔ اقسام نباتات مین
ایک بوٹی ہوتی ہے جو اکثر پہاڑی زمین مین پائی جاتی ہے اور اوس کے پتے کسیقدر بسکہپرہ سے مشابہ ہوتے ہین ۔ اوس کی
بہی یہ خاصیت ہے کہ اوس کے پتے کو پانی مین حل دینے سے پانی بستہ ہو جاتا ہے ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پتے کو پانی

پانی مین ہاتھ سے ملنے کی ضرورت پڑتی ہے اور عصا موسوی مین جو کسی درخت کی شاخ ہی تہا یہ کمال تہا کہ بحیرۂ قلزم پایاب ہو جاتا تہا - بہت سی دوائین ایسی ہین کہ باوجود سختی جسم کے بغیر کہائے ہی صرف چہونے ہی سے اجسام پر اپنا اثر ڈالتی ہین - جیسے بچہو کا درخت جسے انگریزی مین یورٹیکا پروی ہارن (Urtica Parvihorn)[۵۱] کہتے ہین کہ اوس کے پتے یا خار سے صرف چہو جانے سے بچہو کے کاٹنے کے اعراض پیدا ہو جاتے ہین - سنگ یشب تعلیقاً ہی درد و ضعف معدہ کو - بیخ اونگہ - عسر ولادت کو فائدہ دیتی ہے - غرض کہ کوئی معجزہ محال یا متعذر نہین ہے - بات یہ ہے کہ اون کے اسباب و شرائط کا ہمین علم نہین ہے اور اسی وجہ سے وہ حیرت انگیز ضرور ہین -

تیسری دلیل

انسان باہم عقول مین متفاوت ہین اور ایک کو دوسرے پر فضیلت ہے اور جمادات سے لیکر حیوانات تک ہمکو یہ صورت نظر آ رہی ہے کہ ایک نہ ایک صنف اپنی تمام نوع مین افضل[۵۲] ہوتی ہے - پس ضرور ہے کہ نوع انسانی مین بہی ایک صنف تمام اصناف انسان سے باعتبار عقول افضل و برتر ہو - اور اسی صنف کو ہم انبیا کہتے ہین اور اونکو تمام نوع انسانی سے نسبتہً اسباب و آثار و خواص کا علم زیادہ ہوتا ہے اس ثبوت مین ہم اپنے نبی کی دینی اور دنیوی تعلیم جسکو غیر مذاہب مثل عیسائی وغیرہ

---

[۵۱] یہ درخت رام نواس باغ جے پور مین ہے - [۵۲] مثلاً اجساد جمادی مین مرجان کو افضلیت حاصل ہے کہ قدرت نے اوس کو مادہ نمو دیکر نباتات سے مشابہ کیا ہے اور اشیاء نباتی مین نخل خرما - درختان متحرک لجالو - سورج مکہی وغیرہ کو یہ عزت ہے کہ تذکیر و تانیث - حرکت - حس لمس و بصر وغیرہ امور مین اون مین حیوانی مماثلت پائی جاتی ہے - اور اجسام حیوانیہ مین گہوڑے - ہاتہی - بندر کو اپنے افراد نوعی پر یون منزلت ہے کہ اون مین بعضاً خصائل انسانی سے مناسبت و مشابہت ہے - پس نفوس انسانیہ کی وجہ شرف امور ما فوق الفطرت و صفات الٰہیہ کے اتصاف و اتصال پر منحصر ہے وغیرہ - (یہی ڈاروِن کے مسئلہ ارتقا کی تہیوری ہے) سراج

بھی بلاعذر تسلیم کرتے ہین اور جس کا مشتے نمونہ از خروارے بحث قرآن شریف مین ذکر ہوا۔ اور اون کی پیشین گوئیون کو جو کتب احادیث مین نہایت اہتمام و وثوق کے ساتھ مندرج کی گئین ہین۔ اور جو وقتاً فوقتاً پوری ہوتی رہتی ہین پیش کرتے ہین۔ دیکھو۔ جو آثار قیامت آپنے بیان فرمائے آج علمائے علم ہیئت ماننے جاتے ہین (اس کا بیان آگے آئیگا) جو اصول تمدن آپنے بتائے۔ جو اخلاق آپنے سکھائے۔ آج عقلاء زمانہ بلاچون و چرا تسلیم کرتے جاتے ہین قصہ مختصر جب یہ ثابت ہوچکا کہ انبیا تمام انسان مین من حیث المجموع علم و عقل مین برتر ہین۔ پس جو فعل خلاف اسباب عادیہ و جاریہ اون سے ظہور مین آئے محال نہین ہوسکتے۔ ممکن ہے کہ اونہون نے اپنے علم و عقل سے اون کے کرنے مین ایسے اسباب کا استعمال کیا ہو جو ہمارے علم و عقل مین موجود نہین ہین

چوتھی دلیل

اللہ تعالی نے نفس ناطقہ انسانی کو ایک عجیب قوت عطا فرمائی ہے جس کے آثار غریبہ و افعال عجیبہ کے جدیدہ و قدیم فلاسفر بھی معترف ہین۔ جس کے ادنی درجہ شاخ تصوف و اشراق اور جس کا اسفل درجہ مسمریزم ہے۔ یہی نفس ناطقہ نبیون مین بھی ہوتا ہے اور ایسے اوج کمال پر ہوتا ہے جس پر کوئی فرد بشر وہبًا اور کسبًا نہین پہونچ سکتا اور یہ بات بدیہی الثبوت ہے کہ علم نفس کے جاننے والے ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہین۔ مگر جو کام بطور تحدی حضرات انبیا کرگئے ہین وہ وہ کسی ایک سے نہین ہوا اور نہ آئندہ ہوسکتا ہے یہ کمال آفریدگار دانا اور فرزانہ یگانہ نے صرف اپنے انبیا کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور ناممکن ہے کہ وہی شرف اور وہی فضل جو اوس نے اپنے انبیا پر مبذول فرمایا سب پر عام کردے کیونکہ ایسا کرنا سخت خرابی اور بدنظمی کا موجب ہے۔ اگر وہی حشم و خدم۔ وہی رعب و داب وہی جاہ و جلال۔ وہی لاؤ لشکر اور وہی ماہی مراتب جو بادشاہ کو حاصل ہین ہر شخص کو حاصل ہوجائے تو سیاست درہم اور نظام عالم برہم ہوجائے۔ اس جگہ انبیا کی علماء نفس پر افضلیت سمجھنے کے لئے یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ اس علم والے سے جو فعل ظہور پذیر ہوگا وہ عین حالت سکون و عالم سکوت اور اطمینان مین ہوگا۔ بخلاف اس کے معجزات اکثر بے اطمینانی اور عین شور و شغب کی حالت مین ظاہر ہوئے ہین۔ جیسا کہ علم سیر و تاریخ سے منکشف ہوتا ہے۔ اور انبیاء علیہ السلام نے اصول اشراقی اور ضوابط

مسمیرزم کے موافق مشق و مہارت بہی نہین کی۔

پانچوین دلیل

اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو ایک ایسی قوت دی ہے جس سے ہر شخص ایک دوسرے سے متاثر اور ایک دوسرے پر موثر ہوتا ہے۔ اگر تم کسی اپنے سے کمزور آدمی کو غیظ و غضب کی نگاہ سے گہور کر دیکہو تو وہ جہان کا تہان سہم کر رہجائیگا اور اگر نظر محبت و الفت سے دیکہو تو منظور مین ایک انبساطی کیفیت پیدا ہو جائیگی پہر یہ قوت بقدر مراتب کم و بیش ہوتی ہے جس قدر ذی وقعت اور باوجاہت ہوگا اوسی قدر یہ قوت اوس مین زیادہ ہوگی۔ کسی بادشاہ کی نظر کسی شخص کے ساتہہ جو کام کرے گی وہ دوسرے کی نگاہ ہرگز نہین کر سکتی اور ہم پہلے بیان کر آئے ہین کہ انبیا علیہ السلام تمام موجودات سے افضل ہین۔ پس یہ قوت بہی اون مین بدرجہ اتم ہوتی ہے اور جس طرح دنیوی بادشاہ کی نظر صرف انسان پر اثر کر سکتی ہے۔ ان کی (انبیا کی) تمام مخلوقات پر اثر کرے گی اور اون کی نگاہ اور اون کا اشارہ شجر و حجر سب پر اوسی طرح موثر ہوگا۔ جیسے ایک انسان کا دوسرے انسان پر بلکہ اتنا جتنا کہ بادشاہ کا رعایا پر۔

پس حضرت موسیٰ کو رود نیل کا راستہ دینے کے لئے الگ تہم جانا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے چاند کا شق ہو جانا۔ اور شجر کا چلا آنا (خصوص جب کہ ثابت ہو گیا ہے کہ درخت حرکت اور جگہہ تبدیل بہی کرتے ہین) کچہہ بہی بعید نہین۔

چہٹی دلیل خصوص معجزات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

انسان کے پاس گذشتہ واقعات کی تصدیق کا ذریعہ بجز روایت کے اور کوئی نہین ہے جس سے کوئی ذی عقل انکار نہین کر سکتا۔ ورنہ تمام واقعات عالم سے انکار لازم آتا ہے۔ مگر عام مورخین کا یہ دستور ہے کہ ہر رطب و یابس کو کسی راوی سے لے لیتے ہین۔ اور راوی کے اعتبار پر بالکل نظر نہین کرتے بعض مورخ جو بہت لائق خیال کئے جاتے ہین اونکا یہ وتیرہ ہے کہ وہ کسی واقعہ کی صحت کو محض درایت اور قیاس سے جانچتے ہین اوس کا یہ نتیجہ ہے کہ اکثر روایات جو فی الواقع سچی ہوتی ہین۔ قیاس و تخمین فلسفی کے وقت جہوٹی ہو جاتی ہین۔ کیونکہ

فلاسفہ نے محض مشاہدہ پر عمل درآمد کیا ہے اور اون امور کو جو بطور مستمرہ ہوتے چلے آتے ہین - یا جن کی لمیت اون پر ظاہر ہو گئی - صحیح مانتے ہین اور جو اوس کے برعکس ہون اون کو غیر صحیح جانتے ہین - اور حال یہ ہے کہ مشاہدہ محدود - اور تجربہ محصور مخلوقات الٰہی لاتحصی اور حکمتہاے خداوندی لاتعد - اور پہر سیکڑون امور اون کے منظنون نیچر کے خلاف بہی ہوتے رہتے ہین - جیسے تم ابہی سوامی ہری داس کا حال پڑہ آئے ہو کہ عقل فلسفی کے نزدیک بالکل محال معلوم ہوتا ہے - پس کسی روایت کی صحت کے لئے ضروری اور مقدم امر یہ ہے کہ روایت پہلے تو اتر کو دیکہے اور راوی کے حالات پر غور کرے کہ اوسکا رویہ اور طرز عمل کیسا ہے - نیکوکار ہے یا بدکردار - دروغ گو ہے یا راست گفتار - متعصب ہے یا غیر متعصب وغیرہ وغیرہ اور قرب و بعد زمانہ کا بہی لحاظ ضرور رکہے - مثلاً واقعہ سوبرس پیشتر کا ہے اور راوی کی روایت کا سلسلہ اوس وقت تک منتہی نہین ہوتا - تو ایسا واقعہ قابل یقین نہین - اگر سلسلہ اوس زمانہ تک منتہی ہو جاے تو وہ بلاحجت لائق تسلیم ہے - اور یہ اہتمام و انتظام تواریخ مین بجز محدثین و علماے اسلام کے کسی نے نہین کیا - انہون نے حضرت رسول کریم کے حالات کو اور اقوال کو انہین ضوابط و اصول سے محفوظ رکہا ہے - پس معجزات حضرت رسول خدا کا کتب احادیث سے بڑہکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے - طالب ثبوت کو محدثین اور کتب احادیث کی طرف رجوع کرنا چاہئے

معراج و براق

جدید علماے ہیئت اس بات کے قائل ہین کہ بعض ستارون مین ہماری زمین کی طرح آبادی ہے اور بعض ستارے ہماری زمین سے بہت بڑے ہین - اور یہ کہ منجملہ نجوم ثابتہ سب سے بڑا ثابت آفتاب ہے جو زمین سے پندرہ لاکہ گنا بڑا ہے - اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ کوئی عالم عالم ارواح و ملکوت بہی ہے - جہان کی سیر کے لئے آپ تشریف لے گئے تہے - رہی یہ بات کہ براق کیا تہا اور اوس مین اس قدر سرعت کہان سے آئی - سو یہ ناممکن نہین ہے - خدا کی بے انتہا مخلوق ہے جس کا حد و حصار نہین - اور بہت سے ایسے ہین جو چشم بشری سے نہین گذرے ایسی مخلوق مین سے ایک براق تہا - اس وجود کا ہمین قطعی یقین یون ہے کہ جو کچہہ ہمارے نبی کریم نے کہا سچ کہا - انہون نے فرمایا کہ قیامت کے دن آفتاب مغرب سے طلوع کریگا - چاند آفتاب سے جا ملیگا - پہلے فلاسفر اس کو نہین مانتے تہے - مگر فلاسفران حال نے اپنے علم سے اس کی تصدیق کی

آپنے جو آثار قیامت بتلائے پہلے کسی حکیم کی سمجھ مین نہین آئے - اب کے علما تصدیق کرتے ہین - وغیرہ وغیرہ اور چونکہ مخلوقات الٰہی کا حد و حصار نہین تو براق کا ہونا بھی محال نہین - برفستانون - اور ریگستانون مین دبے ہوئے اکثر ایسے عجیب الخلقت اور عظیم الشان جانورون کے ڈہانچے پائے گئے ہین جو اس زمانہ مین مفقود ہین - مگر کسی زمانہ مین موجود تھے - پس براق بھی اونہین مین سے ہوگا - جو اب مفقود ہوگئے - اسی طرح اس کا سریع السیر ہونا مستبعد نہین ہے جب کہ زمین ایک سکنڈ مین ساڑہے اٹھارہ میل اپنے محور پر گردش کرتی اور ستارہ مشتری چالیس لاکھ میل دوری طے کر جاتا ہے - باوجودیکہ ان کا جسم بہت وزنی اور بڑا ہے تو اون سے چھوٹے جسم مین اسقدر سرعت سیر ناممکن نہین -

بیت اللہ - حج - و تخصیص قبلہ

بیت اللہ سے یہ سمجھنا غلطی ہے کہ خداوند تعالیٰ کو نعوذ باللہ ہم چار دیواری مین محدود مانتے ہین اور وہ ہماری طرح بود و باش کیلیے گھر رکھتا ہے - ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ وہ جہت و مکان سے بری ہے - کعبہ کو اس جہت سے بیت اللہ کہتے ہین کہ بارشاد خداوندی سب سے پہلے اوس کی عبادت کے لئے یہ گھر تعمیر ہوا - اگرچہ بلحاظ جائے عبادت ہونے کے ہر مسجد بیت اللہ ہے - جیسے ہر مکتب و مدرسہ کو دار العلم کہتے ہین - لیکن باعتبار اولیت وہ تخصیص کے ساتھ بیت اللہ کہلانیکا زیادہ مستحق ہے - رہی کعبہ کی نماز کی فضیلت سو ظاہر ہے کہ ثواب بقدر محنت اور ریاضت ملتا ہے گھر مین عبادت کرنے سے زیادہ ثواب مسجد مین جاکر عبادت کرنے کا ہے - اور سب سے زیادہ ثواب کعبہ کی نماز کا ہے - علاوہ اس کے حج و نماز بیت اللہ مین بڑی بھاری منفعت ہے - دنیا مین سب سے عمدہ صفت اور ساری خوبیون کا چشمہ اور تمام ترقیون کا راز اتفاق ہے - اور دینی و دنیوی فوائد اتفاق ہی پر منحصر ہین اس لئے اسلام نے ہر موقعہ اور ہر محل پر اتفاق و اتحاد کا ضمناً ضرور لحاظ رکھا ہے - جو دعائین تعلیم فرمائی ہین اوس مین ہمارے ساتھ ہمارے بنی نوع کو شامل رکھا ہے کہ ہم صرف اپنے ہی لئے دعا نہ مانگین بلکہ اپنی بہتری اور بہبودی مین دوسرون کو بھی شریک کرین - جو دعا نماز مین ہم پڑھتے ہین اوس مین صراط مستقیم کی طلب مین ہم اپنے بھائیون کو بھی شریک کرتے ہین جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے مین زیادہ ثواب مترتب فرمایا گیا ہے - تاکہ ضمناً میل جول اور اتفاق باہم پیدا ہو

جمعہ کو جامع مسجد مین نماز کا حکم فرمایا جہان تمام شہر کے آدمی - اور عیدین مین شہر کے باہر جہان قصباتی اور تمام قرب و
جوار کے لوگ بھی شامل ہوسکین - نماز پڑھنے کا حکم فرمایا - کہ میل جول اور تعارف مین ایک دوسرے کی وسعت
اور اتحاد اور اتفاق پیدا ہو - اپنے ابنائے قوم کو جو غربت و فلاکت مین مبتلا اور محتاج دستگیری ہین دیکھکر ہم مین قومی ہمدردی پیدا ہو
ہم خدا کی دی ہوئی نعمتون کا شکریہ ادا کرین اور اپنے بیکس ہمسایون کی دستگیری اور مدد کرین یہی ضمنی فائدے سے حج بیت اللہ مین
ہین - جہان تمام دنیائے اسلام کے لوگ قریباً جمع ہوتے ہین اور ایک دوسرے کے لیئے تبادل اشیا اور تبادل خیالات
کی وجہ سے موجب بصیرت و خبرت و مایہ فلاح و حصول مکنت ہوتے ہین تخصیص قبلہ کے حکم اینما کنتم فولو وجوھکم
شطر المسجد الحرام مین بھی یہی لم ہے - اگر قبلہ مین حکم کا تعین نہین ہوتا - تو ہر شخص جس طرف چاہتا نماز کے
وقت منہ کرتا اور ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ ہی بناتا - اور یہ بات علاوہ بے ترتیبی بدنظمی اور بدنمائی کے
نفاق اور باہمی جھگڑون کے لیئے پہلا زینہ تھی - اس لیئے تخصیص سمت قبلہ ضروری لازمی تھی - یہ شرف بھی
باستحقاق مذکورہ سابقہ کعبہ ہی کو ملا -

لا تقتلوا الصید وانتم حرم

دنیاوی صحت سے اہم چیز صحت شخصی و نوعی ہے - یعنی اصول صفائی و تندرستی و تمدن - بلا قیام صحت شخصی انسان
مین کسی چیز کے حصول کی طاقت نہین اور بدون وجود صحت نوعی کسی شئے کے وصول کی قوت نہین - اس لیئے
اسلام مین جو دنیا و آخرت دونون کی بہبودی و ثواب کا متکفل ہے - کوئی ایسا مسئلہ اور کوئی ایسا عمل نہین ہے
جس مین ضمناً کوئی تمدنی یا طبی فائدہ نہ ہو - اس کی وضاحت کے لیئے ایک علحدہ مبسوط کتاب چاہیئے - چنانچہ
آیہ مذکورہ عنوان مین بظاہر ایک طبی مصلحت ہے - ظاہر ہے کہ ایام حج مین خصوصاً اور خالی دنون مین عموماً کعبہ کی زیارت
کو دور دراز ملکون سے جوق جوق آدمی آتے رہتے ہین اور ایام حج مین تو وہ ہجوم ہوتا ہے کہ چپہ بھر قدم دھرنے کو جگہہ
نہین ملتی - اس لیئے قریب حرم و ہنگام احرام مین صید و شکار اور ذبح وغیرہ سے منع کیا گیا ہے - کہ ذبیحہ و صید و شکار
کے خون و رگ و پوست وغیرہ فضلات کے تعفن سے کہین ہوا مین خرابی اور خرابی ہوا سے لوگون کی تندرستی مین

خلل واقع نہ ہو اور ایسے موقعہ اور ایسے ہجوم مین ایسا تعفن بہت ہی مخدوش ہوتا ہے۔ اس لئے صید و شکار وغیرہ کی ممانعت کرکے کعبہ سے دور قربانیون کے لئے جگہ مقرر کردی ہے۔ رہی مصلحت دینی وہ تو ایسی ظاہر ہے جیسے آفتاب۔ کیونکہ احرام عبادت ہے اور حرم عبادتگاہ۔ پس عبادت کے وقت اور عبادت کی جگہ کوئی کام دنیاوی کسی مذہب وملت مین نہین کیا جاتا اور نہ عقلاً درست ہے۔

عرش اور تحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیہ کی تفسیر

عرش ایک مقام ہے اور اوس کی ملائکہ کے لئے وہ ہی صورت ہے جیسے انسان کے لئے بیت اللہ کی۔ جس حیثیت سے کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہین اسی حیثیت سے عرش کو عرش خدا کہتے ہین۔ عرش کو چار قوتین یا چار ملائکہ اوٹھائے ہوئے ہین۔ قیامت کے دن بجائے چار کے آٹھ اوٹھائین گے۔ اس کی وجہ بہت ظاہر ہے۔ کیونکہ ہول قیامت ایسا ہوگا کہ وہ فرشتے بھی اس سے محفوظ نہین رہ سکتے۔ اور بازپرس کے خوف سے اون کا زور ایسا گھٹ جائیگا کہ آٹھ فرشتون کو عرش اوٹھانے کی ضرورت پڑے گی۔

(حشر ونشر) وتناسخ

دنیاوی حکومت کا رعب صرف ظاہری اور سطحی جرائم کا انسداد کرسکتا ہے۔ جو گناہ طشت ازبام ہوجاتے ہین اونہین کی پاداش عام سے ممکن ہے اور جو جرم پردہ داری کے ساتھ کیئے جاتے ہین اون کی نسبت ظاہری عدالت کچھ بھی تجویز نہین کرسکتی۔ بہت رذائل ایسے ہین کہ بروے قانون ظاہر جرم نہین ہین اور اون کی سزا مطلق نہین ملتی جیسے شراب خواری۔ چغل خوری۔ ناتوان بینی۔ غرور۔ زنا۔ (جو مختار بالغہ کی رضامندی سے ہو) وغیرہ۔ اور جو جرم اور بدافعالیان چھپے چوری ہوتی ہین وہ ظاہری دار وگیر کرنے والون کی تعذیب سے محفوظ رہتی ہین۔ اور بہت سی نیکیان ہین جنکا ثمرہ دنیا مین کچھ نہین ملتا۔ بلکہ دنیا کا تو یہ حال ہے کہ اس مین عموماً مکار۔ حیلہ ساز۔ فریبی۔ ظالم جفاکار ہی خوش رہتے ہین۔ اور سیدہے سادے نیک نفس کا کوئی ہی نہین ہوتا اسی معاملہ کو کسی شخص نے اس شعر مین کیا خوب ادا کیا ہے ؎ اے امانت بر تو لعنت کرد رسیحے بافتم۔ اے خیانت بر تو رحمت کرد تو گنجے یافتم۔ اس لئے

بالکل آزاد - جبتک اون کے بچون مین اپنے دانہ پانی حاصل کرنے کی پوری قوت حاصل نہین - تب تک تو اون کے ساتھ ہین - جب اتنی قوت آگئی تو بالکل الگ ہوگئے - پھر پہننے اوڑھنے اور اون کے لوازم کے متعلق فکرون سے بھی نجات - ایک صرف اپنے پیٹ پالنے کا فکر ہے سو اون کی قوت لایموت سہل الحصول - وکثیر الوجود رہا فکر مسکن سو اوس کا یہ حال ہے کہ تن تکیہ من بسراہم - جہان پڑرہے وہین آرام - پس کسی گناہگار کی روح کو کسی جانور کے قالب مین گناہ کے بدلے مین کیا تکلیف پہونچ سکتی ہے - یہان تو اولٹا وہ آرام اور وہ آسایش ہے جو انسانی قالب مین نصیب ہی نہین - اسی طرح کسی نیک آدمی کو نیکی کے بدلے مین کسی بڑے آدمی اور امیر کبیر کی جون دیجاے تو وہی مثل صادق آتی ہے کہ نیکی کا بدلا بدی - دنیا مین انسان کو حقیقی خوشی - بے لوث راحت بے کھٹکے آرام - سچی آسایش اور پر امن زندگی نصیب ہی نہین سچ کہا ہے ؏ قید حیات و بند غم اصل مین دونون ایک ہین - موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیون - اور یہ حالت تو عموماً بلا تخصیص ہے - مگر امیرون کی تو زندگی اور بھی تلخ ہوتی ہے - کیونکہ امیرون کی خواہشات کا پیمانہ وسیع ہوتا ہے - اور بقدر وسعت اون کے ترددات ہوتے ہین - سعدی علیہ الرحمۃ نے گلستان مین ایک فقیر بہ دولت کی حکایت لکھی ہے جو ایک وقت مین کہین کا بادشاہ ہوگیا تھا - اوس کا ایک فقرہ قا[illegible] اور لائق لحاظ ہے ؂ پیش ازین غم نانے داشتم واکنون غم جہانے - غرضکہ دنیا دار المحن ہے اس مین انسان بشرطیکہ واقعی انسان ہو - غم و رنج و فکر و تردد سے آزاد نہین رہ سکتا ؏ زہشیاران عالم ہر کرا دیدم غمے دارد - ولا دیوانہ شو دیوانگی ہم عالمے دارد - الحاصل کسی نیک آدمی کو کسی امیر کبیر اور بڑے آدمی کی جون دینا تو اوس کی نیکیون کا معاوضہ نہین - بلکہ یہ تو اوس کو اور مصیبت کے شکنجہ مین کس دینا ہے - اگر وہی حالت سابقہ پھر عطا ہوگی تو یہ تحصیل حاصل ہے اور اس گیانی دہیانی کے بالکل تیلی کے بیل کی سی حالت ہوئی کہ اچھا برا کچھ بھی اس کے گیان دہیان کا نتیجہ نہ ملا - اس عقیدہ پر زیادہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت اس عقیدہ والون کے مقابل وہ لوگ ہی اچھے ہین جو سزا و جزا کا کچھ بھی اعتقاد نہین رکھتے - کیونکہ سیکڑون بیچارے گیان دہیان کرنے والون نے تخت سلطنت پر لات مار کر جوگ اختیار کیا اور ریاضت اور نفس کشی مین بسر کی صرف اس امید پر کہ اس ریاضت اور نفس کشی کے صلہ مین کوئی اعلیٰ خوشی اور غایت درجہ کا امن ملے - یہ ظاہر ہے

ہم کو یقینی طور پر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایک دن ضرور جزا و سزا کا ہوگا۔ یعنی بعد مرنے ہمارے نیک و زشت اعمال کا کچھہ نہ کچھہ بدلا ملیگا۔ دنیا مین جو بعض اعمال کی حسب حیثیت پاداش و سزا ملتی ہے وہ صرف بنظر تذکیر و تعبیر ملا کرتی ہے۔ اور انسان طبعًا اس کا معتقد ہے اور اسی اعتقاد کی وجہ سے دنیا کا کاروبار چل رہا ہے اور فی الحقیقت جسقدر انسداد جرائم اس عقیدہ سے ہو رہا ہے حکومت ظاہری و سیاست ملکی سے اوس کا عشر عشیر بھی نہین ہوتا اور اگر مین یہ کہون کہ ظاہری حکومت سے انسداد جرائم ہوتا ہی نہین تو بھی ایک حد تک جائز ہے کیونکہ دیکھا جاتا ہے کہ جرم اکثر اون ہی لوگون سے زیادہ وقوع مین آتے ہین جو دو ایک دفعہ کے سزا یافتہ ہون۔ اور جس قدر زیادہ سزا یافتہ آدمی ہوتا ہے اوسی قدر زیادہ ہولناک مجرم ہوتا ہے۔ خدا نخواستہ اگر یہ اعتقاد جاتا رہے تو دنیا مین اندھیر مچ جاے اور انتظام عالم درہم برہم ہو جائے اَللّٰھما حفظنا من کل بلاء یہانتک تو سارے مذاہب متفق ہین۔ کہ بعد مرگ ضرور بھلا برا بدلا ملیگا۔ اریون کا خیال ہے۔ کہ بعد مرنے کے سزا و جزا ملتی ہے۔ مگر اسی دنیا مین ملتی ہے۔ مگر یہ خلاف معروض ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ دنیا دار الجزا نہین ہے بلکہ دار العمل ہے۔ بعض اعمال کا جو کچھہ بدلا یہان ملتا ہے وہ بطور تذکیر و تعبیر کے ملتا ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر مختصر مگر کافی طور پر بیان کر آئے ہین۔ قدیم مصریون کا بھی یہی اعتقاد تھا جو رفتہ رفتہ جاتا رہا اور یہ بات بھی ہمارے دعوی کی حجت موید ہے۔ کیونکہ عقلمند وہی بات اختیار کرتا ہے جو درست ہو اور وہ ہی ترک کرتا ہے جو ٹھیک نہ ہو۔

پہلا سبب بطلان تناسخ

روح کے تبدیل قالب کے تسلیم کرنے مین کئی موانع ہین۔ اگر کسی گناہگار کو اوس کے گناہ کی پاداش مین کسی حیوانکا قالب دیا جاے تو جو غرض سزا دہی سے ہونی چاہیے وہ مفقود ہوئی جاتی ہے۔ کیونکہ ہر حیوان اپنی حالت مین خوش ہے اور اون کے بشرہ اور اون کے اوضاع و اطوار اور اون کے حرکات و سکنات سے اعلی درجہ کا اطمینان اور غایت درجہ کی بے فکری ثابت ہوتی ہے اور بروے عقل بھی وہ انسان کی بہ نسبت بہت ہی خوش و خرم ہین اس لیے اون کے افکار بہت کم ہین گویا ہین ہی نہین۔ جو دقتین انسان کو کرنا پڑتی ہین۔ اون کو نہین کرنا پڑتین حفظ نوع کے جھگڑون سے

کہ انھون نے بادشاہت اور سلطنت کو تو دوسرے جنم کے وقت بخوشی خاطر منظور نہین کیا ہوگا۔ کیونکہ اوس کو تو حیات اول ہی چھوڑ کر جوگی بن چکے تھے اور اون کی نظرون مین پہلے ہی اوس کی کچھہ حقیقت نہین تھی۔ بہر حال اون کو جو جنم دیا گیا تو ایسی تپسّیا کا دیا گیا ہوگا۔ جس مین اون کی سابقہ حیات سے زیادہ ریاضت اور نفس کشی ہو۔ پس وہ بیچارے تو اوبار اوٹھا

اسے روشن طبع تو بری بلا شدی۔ بھلا اب کوئی ہوشیار گیانی کرے تو کس بوتے پر کرے **دوسرا سبب**[۵]

علاوہ ازین جون کے عقیدے مین ایک اور خرابی ہے مختلف مصیبت کو مکافات کے وقت اور مکافات کی حالت مین اس بات کی سمجھہ اور اس امر کا یقین ضرور ہونا چاہیے کہ فلان فعل کے بدلے مین ہماری یہ منزلت اور فلان بدی کی پاداش مین ہماری یہ گت ہوئی ہے مگر اس عقیدہ مین یہ دونون باتین نہین ہین۔ اگر فرض کرلین کہ اس زندگی سے پہلے انسان و حیوان کسی اور قالب مین تھے تو نہ انسان کو یہ معلوم کہ فلان کامون کی برکت سے جو اوس نے زمانہ گذشتہ مین کئے تھے وہ اس رتبہ پر پہونچا نہ حیوانات کو خبر کہ وہ فلان باتون کے اثر سے اس درجہ پر پہونچے ہین۔

تیسرا سبب بطلان تناسخ

اس عقیدہ کے ماننے سے اس بات کا ماننا بھی لازم آتا ہے کہ حیوانات مطلق کے قالب صرف انسانی روحون کی تعذیب و تعذیر کے لئے ہین۔ تاکہ گنہگار ون کی روحون کو حسب حیثیت گناہ کے جانور کا قالب دیکر معذب کیا جاوے اور اوس سے یہ بھی ماننا لازم آئیگا کہ انسان کے وجود کو حیوان سے مقدم مانا جاے اور یہ دونون امر باطل ہین۔ علم جیالوجی (طبقات الارض) سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ انسان کی پیدائیش حیوانات سے بہت مدت بعد ہوئی ہے۔ کیونکہ زمین کے نیچے کے طبقات مین انسان کا کچھہ پتہ نشان نہین صرف بالائی طبقات مین انسان کے نمود پائی جاتی ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حیوان سے انسان بہت مدت بعد پیدا ہوا ہے تو ہم دریافت کرتے ہین کہ اون حیوانات مین روحین کون سے انسانون کی تہین اگر اون حیوانات مین اونہین کی روحین تہین تو اب وہ حیوانی روحین کہان گئین۔ کیونکہ اب تو بقول تمہارے ہر حیوان مین کسی گناہگار انسان کی روح ہے۔

[۵] دیکھو نوٹ صفحہ آئندہ مین۔

چوتھی دلیل بطلان تناسخ پر

اس عقیدہ کے ماننے سے ہر حیوان کو بھی ذی روح ماننا پڑتا ہے کیونکہ کبھی نہ کبھی انسان کی روح حالت حیوانی مین داخل ہے اور وہ روح انسانی حالت مین رہکر پڑہ لکھ کر اور دیکھہ بھال کر اچھے برے مین تمیز کرنے کی قوت حاصل کر چکی ہے۔ پس ایسا ہے تو روے زمین کے تمام عاقل گویا سخت غلطی کر رہے ہین کہ وہ انعام جو پایہ اور دام وود کے لیئے کوئی قواعد تعزیری مقرر و مرتب نہین کرتے اس جگہہ کوئی ہمارے ایک عقیدہ پر بھی شبہہ وارد کر سکتا ہے کہ تم کہتے ہو کہ روز میثاق جب تمام روحون سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا الست بربکم (کیا مین نہین ہون تمہارا رب) تو روحون نے کہا بلیٰ۔ (ہان) لیکن روحون کو یہ یاد نہین اس کے جواب مین ہم اونکو یاد دلاتے ہین کہ عہد الست ہر روح کو ابتک یاد ہے

۵۱ اس عقیدہ کے ماننے سے یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ حیوانات اس لیئے پیدا ہوئے ہین کہ اون کی جون مین جاکر انسان تہذیب پائے۔ مگر ہم دیکھتے ہین کہ دنیا مین نیکون کی تعداد بہت ہی کم ہوتی ہے اور بدون کی نسبتہً بدرجہا زیادہ۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ اس جگ مین گناہ زیادہ ہے اس لیئے ایک دن ایسا آئیگا کہ روے زمین پر حیوانات ہی حیوانات ہون گے۔ اور گنتی کے چند آدمی رہجائینگے۔ مگر صورت حال اسکے خلاف ہے کیونکہ انسانی آبادی برخلاف اس کے کہ گھٹتی جاے بڑہتی جاتی ہے۔ اور حیوانات کی نسبتہً کم ہوتی جاتی ہے حالانکہ چاہیئے یہ تہا کہ حیوانون کا شمار لاتعداد اور انسانون سے بدرجہا زیادہ ہوتا۔ اور انسانون کی جگہہ حیوان ہی نظر آتے۔ معتقدان تناسخ یعنی آریہ صاحبان سے ہم سوال کرتے ہین کہ ظاہرا دنیا کی آبادی روز بروز روبہ ترقی ہے۔ آج سے سو یا ہزار سال قبل کچھہ اور آبادی تہی اور آج کچھہ اور۔ شروع شروع مین جب دنیا قایم ہوئی تہی تو صرف گنتی کے چند آدمی بستے تہے۔ تو اوس وقت روحین کتنی تہین؟ اگر اوس وقت کی آبادی کے بحاظ سے صرف معدودے چند تہین تو اس وقت کی زیادہ اور لاتعداد آبادی انسان کو دیکھتے ہوئے پوچھا جا سکتا کہ اتنی روحین اب کہان سے آئین۔ اگر کہا جاے کہ آبادی جون جون بڑہتی جاتی ہے روز روز روحین پیدا ہوتی ہین تو اس صورت مین روح کو حادث ماننا پڑیگا اور مسلمات آریہ کے بموجب روح قدیم ہے۔ اگر یہ کہا جاے کہ روحین سب پہلے ہی سے موجود ہین اور شروع ہی سے لامحدود و لاتعداد ہین ہی تہین تو ہم پوچھتے ہین کہ کیا وہ اوس وقت سے بیکار تہین۔ اور نہین تو اوہ کہان رہتی تہین۔ کیونکہ انسانی آبادی تو رفتہ رفتہ بڑہتی گئی ہے اور آیندہ اور بڑہتی جائیگی۔ اور روحین سب قدیم سے موجود ہین۔ یہی صورت دیگر انواع حیوانات کی ہے۔ پس ماننا پڑے گا کہ روح قدیم نہین حادث ہے۔ سراج۔

اور روز قیامت تک یاد رہے گا - ہر انسان کی طبیعت مین مادہ عبادت یعنی عہد الست مرتکز پوشیدہ ہے اور یہی
وجہ ہے کہ تمام نوع انسان عبودیت کش ہے - بعض اصناف اگرچہ اقرار عبودیت کو نہین ہوتے ہین اور اپنے عہد
کو بھی سمجھتے ہین لیکن غلطی سے دوسری فانی چیزون اور اکثر اشیا کو معبود کہنے لگے ہین اور اسی غلطی پر جان بوجھ کر
اڑے ہوئے ہین - دیکھو روح کو عہد الست تو ابتک یاد ہے - پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو تجربہ کثیرہ اور جو علم و دانش
بڑی محنت اور بڑی مشقت سے روح نے حاصل کیا تھا بالکل بھول جاے اور اوس کی ساری کی کرائی محنت
یون اکارت چلی جاے - غرض اس ساری بحث کا نتیجہ یقینی یہ ہے کہ ہمارے اعمال کی تفصیلی سزا و جزا کے لیے
ایک **وقت خاص** اور ایک **جگہ** مقرر ہے - اور چونکہ روح و جسم مین تعلق شدید ہے اور جو کام کیا ہے ان دونون
نے بالاشتراک کیا ہے اور پھر برے بھلے کام سے دونون نے برابر فائدہ و حظ حاصل کیا ہے اور یہ دونون
بغیر ایک دوسرے کے راحت اور تکلیف کا احساس ہی نہین کر سکتے - روح کی اذیت کے ساتھ جسم بھی متاذی
ہوتا ہے - اور جسم کی تکلیف کے ساتھ روح بھی متکلف ہوتی ہے - اس لیے سزا و جزا کے وقت ضروری بات
ہے کہ ہماری روحون کا تعلق ہمارے جسمون کے ساتھ ایسا ہی ہو جیسا کہ اس وقت موجود ہے - رہی یہ بات
کہ کیونکر ایسا ہو سکتا ہے؟ - وہ قادر مطلق ہے یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ - اون کو وہی زندہ کرے گا -
جس نے اون کو پہلی بار پیدا کیا تھا - یہ شبہ بیہودہ ہے اور فضول کہ گوشت اور پوست خاک ہو جاے گا -
ہڈیان گل جائین گی - بہت سے اوجیون کو درندے کھا جاتے ہین اون کا گوشت پوست اون کا جزو بدن بن جاتا
ہے - اون پر کیونکر معاملہ برزخ ہو گا اور وہ کیونکر از سر نو زندہ ہو جائین گے - گلی سڑی ہڈیون مین جان ڈال دینا اوس کی
قدرت سے بعید نہین ہے جن لوگون کو درندون نے کھا لیا ہے اون پر ثواب و عقاب برزخ اوسی وقت سے شروع ہوتا ہے
اور یہ راحت یا ثواب و عذاب کا اثر صرف اوس کے اجزا بدن تک رہتا ہے - جیسے آگ کا اثر شراب مین
بگولی ہوئی تو بگلی پر شراب ہی تک رہتا ہے - اونگلی پر نہین پہونچتا - اور قیامت کے روز اوس درندہ جانور کے
اجزا سے اوس آدمی کے [illegible] علحدہ کر کے انہین اجزا اور اسی صورت کا جسم اللہ تعالی بنا دیگا - ہمین زیادہ توضیح

اور زیادہ تشریح کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہین اور ہمارے لیے یہ کافی اور وافی دلیل ہے کہ جب مسلم ہو چکا کہ سزا جزا بعد مرون ضرور ملے گی اور یہی ثابت ہو چکا کہ روح بغیر جسم کے اور جسم بغیر روح کے کسی شے سے متاثر و منفعل نہین ہوتے تو اس مین بہی کچہہ شک نہین رہا کہ جزا و سزا کے وقت روح اور جسم دونون موجود ہون گے یہ بات ہم کیونکر مان لین کہ پاداش کی تکلیف اور معاوضہ کی خوشی صرف روح ہی کو ہوگی جسم کو نہوگی حالانکہ کوئی فعل بلا شرکت جسم کے نہین ہوتا۔ غرض ایک دن اعمال نیک و بد کا نتیجہ ملے گا اور چونکہ خدا انصاف یہ ہے کہ مجرمون کو مبتلا کرا اور اوس کی کرتوتون مبتلا کرا ور قائل معقول کر کے سزا دی جاے اس لیے خداوند تعالی خود اون سے اقبال کرائیگا اور خود اون ہی کے اعضا و جوارح کی گواہی سے اونکو شرمندہ اور قائل کرے گا۔

اعضا و جوارح روز حساب گواہی دینگے

یہ کہلی ہوئی بات ہے کہ مجسٹریٹ کے روبرو جب مجرم آتا ہے جس نے واقعی جرم کیا ہے تو اوس کی مجرمی اوسکے بشرہ ہی سے ظاہر ہو جاتی ہے اور اوس کی صورت ہی اوس کے حال کو ظاہر کر دیتی ہے۔ اسی طرح خدا کا رعب قیامت کے دن مجرمون کی زبان بند کر دے گا اور اون کے ہاتہ پاؤن ہی اون کا حال ظاہر کر دین گے۔ کیا تعجب ہے کہ وہی جس نے زبان کو پیدا کیا اور اوس کو قوت گویائی دی۔ دوسرے اعضا کو متکلم کر دے

دلیل دویم

جاننا چاہیے کہ تکلم کی قوت زبان مین بالذات نہین ہے اور متکلم کوئی اور ہی چیز ہے ورنہ بعد الموت بہی زبان جون کی تون ہوتی ہے مگر مردہ کبہی نہین بول سکتا۔ بلکہ زندگی مین بہی بعض امراض مین باوجودیکہ زبان بذات خود صحیح ہوتی ہے مگر آدمی بولنے پر قادر نہین ہوتا۔ پس جو چیز کہ زبان سے بولنے کا کام لے رہی ہے (یعنی روح) کیا دوسرے اعضا سے کہ وہ بہی اوسی مادے کے بنے ہوے ہین جس سے کہ زبان بنی ہے تکلم کا کام نہین لیسکتی یہ تو ہے ہی نہین کہ روح صرف زبان مین یا زبان ہی سے متعلق ہو اوس کا تعلق تو تمام ہی جسم مین ہے اور بدن کے جزو جزو سے متعلق ہے۔ ہان دنیا مین اللہ تعالی ہی کی مرضی سے یہ عادت جاری ہے کہ روح صرف

زبان ہی سے گفتگو کی خدمت لیتی ہے۔

قیامت کے دن زمین گواہی دیگی

اس مین کیا تعجب کی بات ہے۔ زمین تو دنیا مین بھی گواہی دیتی ہے۔ بھلا آخرت مین کیون نہ دے گی جب مجسٹریٹ یا پولیس کو کسی جرم سرقہ یا قتل وغیرہ کی تحقیقات کرنا ہوتی ہے تو وہ موقعہ جہان جرم ہوا ہے دیکھتا ہے اور موقعہ کے آثار سے اپنا اطمینان کرتا ہے اور گویا زمین بزبان حال وقوعہ کے متعلق گواہی دیتی ہے چاہئین تو یہی بظاہر ٹھیک ہین کہ ظرف بول کر مظروف مراد لیا جاتا ہے۔ پھر بھی ہم کہتے ہین کہ زمین کا کلام کرنا محل تعجب نہین۔ جو لوگ خدا کو قادر مطلق مانتے ہین وہ اس کو بعید نہین سمجھین گے۔ رہے طبعین ہم اون سے یون قبلوائین گے " تم کہتے ہو کہ یہ تمام کائنات صرف مادہ اور اوس کی ذاتی حرکت کے تغیرات وتبدلات کا نتیجہ ہے۔ پہلا مادہ (ایتھر) سدغی اجزا بنکر کرہ شمس یا شمس الشموس بنا پھر اور کرہ علحدہ ہوئے۔ الغرض مادہ برسون یون ہی الٹ پلٹ ہوتا رہا۔ یہانتک کہ جمادات بنا۔ جمادات سے نباتات۔ نباتات سے حیوان اور حیوان سے انسان بن گیا۔ اور اس مین عقل۔ ارادہ۔ شعور۔ قوت گویائی سب کچھ آگیا۔ پس ممکن ہے کہ مدت مدید کے بعد اسی طریقے سے زمین مین بھی قوت گویائی پیدا ہو جائے۔

قیامت کے دن آفتاب مغرب سے طلوع کریگا

جس نے آفتاب کو مشرق سے طلوع کیا اوسی کے قبضہ اقتدار مین یہ بھی ہے کہ مغرب کو مطلع آفتاب کر دے علمائے طبقات الارض نے سرد سیر ملکون مین اکثر مقامات مین برف سے ڈھکے ہوئے ایسے جانورون کے ڈھانچے پائے ہین جو صرف گرم ملکون ہی مین پیدا ہو اور زندہ رہ سکتے تھے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ پہلے کسی زمانہ مین یہ سرد ملک گرم ملک تھے۔ اور یہ صورت بغیر آفتاب کی حرکت اپنی اور تغیر سمات وتبدل جہات کے ظہور پذیر نہین ہوسکتی۔ پس لامحالہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ سورج یا زمین کے مدار اور مقام مین تبدل ہوا اور ہوتے ہوتے یہ حالت ہوگئی۔ اور پہلے آفتاب اون جہات سے طلوع کیا کرتا ہوگا۔ جو حالت موجودہ مین

سمات مغربیمین شامل ہین - رفتہ رفتہ آخرمین آفتاب پہر جہات مغرب سے طلوع کرے گا - چنانچہ سائنس دان اس بات کے قائل ہوہی گئے ہین - اور کمپاس کی سوئی اب جنوب کی طرف ہٹتی جاتی ہے - اس سے زیادہ قوی اور یقینی دلیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب انتصار الاسلام مصنفہ مولانا مولوی حکیم غلام حسنین صاحب کنتوری

قیامت کے دن چاند سورج سے جا ملیگا پہاڑ ٹکرے ٹکرے ہو جائینگے

سائنسدان کہتے ہین کہ زمین اور دوسرے سیارون مین دو قسم کی حرکتین ہین ایک حرکت دوری یک حرکت وضعی یعنی محوری اور یہ دونون قوت جاذبہ آفتاب اور سیارہ وائر کی قوت ہاربہ سے پیدا ہوتی ہین اور سیارے اس فضا مین جس مین مادہ ایتہر بہرا ہوا ہے گہوم رہے ہین اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہوتے ہوتے ایک دن آفتاب سے سب سیارے جا ملین گے -

جب زمین آفتاب سے قریب تر ہو جاے گی تو زمین پر دو قسم کی حرارت شدید[۱] کے ناقابل برداشت حملے ہون گے - ایک حرارت آفتاب کا جو باوجود اس قدر بُعد بعید کے اس قدر شدید ہے - دوسرا حملہ اوس حرارت آفتاب کا جو حرکت دوری زمین اور دیگر سیارون کے استحالہ سے پیدا ہوتی ہے - علاوہ اس کے زمین کے بطون اور پہاڑون کے جوف مین بہی ایک قسم کی حرارت ہوتی ہے جس مین پگہل پگہل کر حسب حیثیت اشیاے معدنی بنتی رہتی ہین - اس شدت حرارت سے پہاڑ ٹکرے ٹکرے ہو جائین گے اور روہوان بنکر اڑ جائین گے اور اون کے پہٹنے سے ایسی ایسی کرخت اور ہولناک آوازین پیدا ہون گی - کہ الحفیظ والامان -

جنت و دوزخ

یہ ہم ثابت کر آئے ہین کہ دار الجزا یہی دنیا نہین ہے اور چونکہ اعمال و افعال مین شرکت روح اور جسم دونون کی ہے اس لئے لازم ہے کہ سزا و جزا و روح اور جسم دونون ہی کو ملے - جنت و دوزخ کی جو دار المکافات مین یہی صورت ہے - اگر ایسا نہ ہوتا تو بڑا ظلم تہا - جسم بیچارہ - جو برابر روح کا شریک رہتا ہے اگر جزا کے وقت وہ معاذ

---

[۱] جو لوگ گناہگار ہون گے اون کو یہ حرارت شدید نار جہنم بنکر محسوس ہوگی اور خدا کے نیک بندے ہو نگے اونپر اسکا اثر محسوس نہوگا -

سے محروم رہے توکتنا بڑا ستم ہے سعدی سخن درست بگویم نمی توانم دید۔ کہ مے خورند حریفان و من نظارہ کنم
علاوہ ازین روح کو بغیر شمول جسم کے کسی بات کا مزہ نہین مل سکتا جنت مین نیک بندون کو غیر معدود نعمتین ملین گی
اور ہر شخص کو بکثرت عطا ہون گی اور وقتاً فوقتاً تجدید ہوتی رہین گی اور بوجہ کثرت کے اور سہل الحصول ہونے کے
اون کی تحصیل مین کوئی فکر و تردد نہین کرنا پڑے گا۔ اور نہ طبیعت اوکتا ے گی طبیعت تو جب اوکتاتی جب ایک
یا گنتی کی چند چیزون ہی پر انحصار ہوتا۔

جنت مین فضلے کہان جائینگے

فضلات کے خروج کے کئی طریقے ہین۔ گردے اور بدن کے مسامات سے بھی فضلہ خارج ہوتا ہے
چنانچہ بعض اوقات اسہال کا علاج معرقات سے کیا جاتا ہے۔ اور مادہ اگر لطیف ہو یا قلیل تو تعریق ہی سے
خارج کردیا جاتا ہے۔ اس لئے اگر غذا بہشتی کا فضلہ ہوتا ہو تو ممکن ہے کہ اوس کا طریق اخراج صرف بدن کے
مسامات ہون گے۔ اسلئے کہ وہ اغذیہ اور اشربہ دنیوی سے بدرجہا لطیف ہون گی کیا معنی کہ وہ دار الجزا کی نعمتین
ہین۔ چنانچہ فواکہات آب کوثر۔ شہد۔ شیر۔ لحوم طیور سب کی کل نہایت لطیف غذائین ہین۔ اور یاد رہے کہ ہر غذا
کا فضلہ ہونا ضروری نہین۔ جب ہم بعض غذاؤن کو بعض غذاؤن کی بہ نسبت تدریجاً کثیر الہضم اور بہت قلیل الفضول
پاتے ہین تو عقل قبول کرتی ہے کہ بعض غذاؤن مین بالکل فضلہ نہ ہونا ناممکن نہین ہے علاوہ اسکے فضلہ معنی ہن بچا
ہوا۔ بذاتہ غذا مین فضلہ نہین ہوتا۔ بلکہ قوت غادیہ اور ہاضمہ جس غذا کو اپنے کام مین نہین لاتی وہ فضلہ کہلاتا ہے
اور جس قدر اشتہا قوی۔ اور قوت ہاضمہ زیادہ ہو اوسی قدر فضلہ کم ہوتا ہے۔ اگر کوئی قوی الہضم۔ کثیر الاشتہا بہت قلیل
غذا کہاسئے تو اوس کا فضلہ ہی نہین ہوتا۔ اگر بہشت کی آب و ہوا کی تاثیر سے وہان کے رہنے والون کی قوت غادیہ
و ہاضمہ اس قدر قوی اور تیز ہو کہ ہر جزو غذا کو تغذیہ بدن کے کام لے آتی ہو تو کیا تعجب ہے۔ اگرچہ سمجھنے کے لئے
اتنا ہی بیان کافی ہے لیکن ہم مثال دیکر توضیح مزید کرتے ہین۔ نمو غذا سے ہوتا ہے۔ یعنی غذا کے جزو بدن ہونے
سے نمو ہوتا ہے اور جو چیز تغذیہ سے بچ رہتی ہے وہ فضلہ ہے۔ اور طبیعت مدبرہ اوس کو دفع کردیتی ہے۔ اب

نباتات کو دیکھو کہ غذا پاتے ہین اور نمو ہوتا ہے اور فضلہ کچھہ خارج نہین ہوتا۔ اگر گوند وغیرہ کو فضلہ سمجھا جاوے تو بھی بہت سے درخت اور عموماً کل پودے اور چھوٹی چھوٹی بیلین اس سے مستثنیٰ ہین۔ یہی حال نطفہ کا ہے کہ غذا پاتا ہے نمو ہوتا ہے۔ اور جب تک جنین بنکر بطن مادر سے باہر نہین ہوتا۔ فضلات غذائی اوس سے خارج نہین ہوتے۔

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ (کہف)

جنت مین زیب و زینت کے ساز و سامان بقدر خواہش عطا ہون گے کیونکہ منجملہ سامان تفریح یہ بھی ایک فرحت کا سبب ہے۔ عورتین ہر قسم کا زیور پہنتی ہین اور مرد اکثر صرف ایک آدہ چھلا انگوٹھی۔ اور کوئی زیادہ شوقین ہوا تو بٹن اور گھڑی کی چین بھی سونے چاندی کی استعمال کرلیتا ہے۔ ہنود کا ذکر نہین۔ اون بان تو اکثر عورتون کے قریب قریب ہی زیور پہننے کا دستور ہے۔ جنت مین مردون کو مردون کا سا اور عورتون کو اون کی خواہش کے موافق زیب و زینت کے اسباب عنایت فرماے جاوین گے۔ جو دنیوی زیب و زینت کے اسباب سے بوجہ اس کے کہ وہ دار الجزا کی نعمتین ہین بدرجہا عمدہ اور بڑہ وچڑہ کر ہون گی۔ نافہمی سے کوئی یحلون صیغہ مذکر دیکھکر دہرم پال صاحب کی طرح یہ نہ سمجھے کہ مرد بھی جنت مین عورتون کی طرح زیورات پہنین گے۔ سے فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ کلام مجید کے مخاطب زن و مرد سب ہی ہین۔ مگر محاورہ کے موافق بقاعدہ تغلیب مجموع کے لئے ضمیر و صیغہ مذکر ہی استعمال کئے گئے ہین اور یہ عام قاعدہ ہے کہ جہان مخاطب ایسے چند لوگ ہون جن مین سے کچھہ نسبتہً عزیز و محترم ہون تو اداے سخن انہین کی طرف ہوتا ہے اور ما سوا دوسرے بھی رہتے ہین اور ظاہر ہے کہ مرد عورتون سے من حیثیت الجسم والعقل تر تر ہین۔ اس لئے ضمائر اور صیغے مذکر ہی لائے گئے ہین۔ یہ ہی طرز تحریر تعزیرات ہند وغیرہ کل قوانین اور ایکٹ کا ہے اور ان کے مامور مرد و عورت دونون ہین۔

حور و غلمان

چونکہ جنت دار الجزا ہے اور ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ تکلیف و خوشی مین جسم و روح دونون کی شرکت لازمی ہے تو چاہیے کہ جسمانی خوشیان بھی جنت مین ضرور موجود ہون پہر نہین معلوم کہ حورون مین جو ہم کو بطور ازواج ملین گی اور غلمان مین جو ہمکو بطور خدام خدمت کے لئے ملین گے کیا خرابی ہے جو آریہ عیسائی۔ وغیرہ آوازہ کس رہے ہین وہی ازواج وہی جنس لطیف

جو دنیا مین ٹیر ہاف کہی جاتی ہین دہان ہول ورسٹ کیون ہوگئین - زوجیت کی خواہش ایسی خواہش ہے
جس سے کوئی انسان خالی نہین اور سب چیزون سے زیادہ مطبوع اور محبوب چیز زوجہ ہے - سیکڑون چیزین
عمدہ سے عمدہ اور اچھی ملتے ہین مگر عورت ہی صرف ایسی چیز ہے جس کو مرد سب پر ترجیح دیتا ہے اور جس کو دیکھکر دنیا
ومافیہا سے طبیعت سیر ہوجاتی ہے - پس ایسی نعمت جو سب نعمتون سے بالاتر ہے اگر جنت مین نہ پیدا کی جاتی تو
بڑی کسر کی بات تہی - اور یہ محبت جو مرد کو عورت کے ساتھ ہوتی ہے صرف لذت ہی کے لیے نہین ہوتی - عورت
کو مرد اور مرد کو عورت سے فطرۃً انس ہوتا ہے اور مرد کی طبیعت چاہے جیسی غمگین - اور محزون ہو - خوبصورت عورت
کی سنگت و صحبت مین وہ بالکل غم و رنج بہول جاتا ہے - اس لئے حورون کا جنت مین ہونا ضروری اور لازمی تہا جب
دنیا مین یہ معیوب نہین تو عقبی مین کیا اس کی قلب ماہیت ہوجاے گی - کوئی مخالفین سے پوچھے کہ مسلمان کیون
قابل ملامت ہین - آیا اس لئے کہ حورین ہی عورتین ہین - یا اس وجہ سے کہ وہ حسینہ اور جمیلہ ہین - یا اس وجہ سے
کہ وہ بہت باعصمت اور باعفت ہین لم یطمثھن قبلھم انس ولاجان اس جگہ مخالفین نے اور بہی بیہودگیان
کی ہین جو ہمارے بیان تعدد ازواج مین صاف کردی گئی ہین -

غلمان ملنے کا سبب

یہ اعتراض بیہودہ ہے کہ غلمان یعنی بے داڑہی موچھ ہی کے لڑکے خدمت کے لئے کیون ملین گے - ڈاڑہی موچھ
والے خادم کیون نہ ملین گے - ایسے لڑکے جو سن رشد کو نہین پہونچے وہ سہل الانقیاد ہوتے ہین اور اون کو خدمت
اور ٹہل کرنا ناگوار نہین ہوتا - بلکہ وہ اوس کو ایک کہیل سا سمجھکر بڑی خوشی سے کرتے ہین علاوہ اس کے ڈاڑہی موچھ والے
لوگون سے ادنی خدمت لیتے ہوئے لحاظ بہی آتا ہے اور ناگوار خاطر بہی ہوتا ہے -

شراب طہور

شراب طہور سے یہ شراب مراد لینا جو آجکل رائج ہے سخت غلطی ہے - اس شراب کے لئے عربی مین لفظ خمر ہے
یہان شراب کے لغوی معنی لینے چاہئیں - شراب طہور کی تعریف خود خداوند تعالی نے ان الفاظ مین کی ہے لا یصدعون

عنہا ولا ینزفون - وہ ایک پاک صاف - لطیف شربت ہے اور دار الجزا کی نعمتون مین سے ایک نعمت -

تعدد ازواج

انسان کی بقاے شخص و نوع کے لئے زن و مرد کا باہمی میل جول لابدی ہے - اس لئے خواہش مزاوجت قدرت نے اوس مین مفطور و مطبوع کی ہے - اگر اس قوت کو کام مین نہ لایا جاے اور اس مادہ کو جون کا تون ہی رہنے دیا جاے تو انسان کو سخت مضرت پہونچنے کا احتمال ہے اس مضرت کا فصد لینے سے بظاہر انسداد ہو سکتا ہے مگر جو فائدہ اس قدرتی طریقے کے عمل مین لانے سے ہوتا ہے فصد وغیرہ سے ہرگز ممکن نہین بلکہ احتمال ضرر ہے اور قاطع نسل ہونے کی وجہ سے تجرد قانون فطرت کے بموجب ایک بڑا بھاری گناہ ہے - اس لئے خداوند تعالے نے اپنے کلام معجز نظام مین نہایت بلیغ و دلکش طریقے سے فرمایا ہے کہ نساء کم حرث لکم - یعنی عورتون کو محض آلہ التذاذ و کامرانی نہ سمجھو - جس طرح کھیتی اولاً صحت شخصی اور ثانیاً ذریعہ وجود و بقاے نوع کا سبب ہے - اسی طرح تمہارے لئے عورتین بقاے نوع و شخص کا وسیلہ ہین مردون مین بوجہ مباشرت افعال قویہ نسبۃً عورتون سے حرارت زیادہ - اشتہا تیز اور ہاضمہ قوی اور ان اسباب سے مادہ منویہ مین توفیر اور اون کی خواہش کثیر ہوتی ہے عورتون کی نزاکت جسمی اور نرمی و رخاوت بدنی سے بہی ظاہر ہے کہ مردون کی برابر کسی بات مین نہین - لہذا مردون کو بمقابلہ عورتون کے بلحاظ توفیر مادہ و کثرت قوت تعدد ازواج کی اجازت مین مقتضاے مصلحت ہے - بعض جو کہتے ہین کہ مردون کی نسبت عورتون مین یہ قوت چار چند ہوتی ہے بالکل غلط ہے - اون مین مردون کا سا جوش و خروش ہے نہ اون کا سا اضطراب و اضطرار نہ ویسی بے صبری ہے نہ ویسی قوت شہوانی کا اشتعال پہر کیونکر اس کو مسلم مان لیا جاوے - یہ غلطی ایک سبب پر مبنی ہے جس کے بیان کا یہ موقعہ نہین - فرقہ ذکور کی بہ نسبت فرقہ اناث مین قوت شہوانی کا زور بدرجہا کم ہوتا ہے - حیوانات مطلق مین بہی نر کی بہ نسبت مادہ مین خواہش بہت ہی کم ہوتی ہے جیسا کہ رات دن مشاہدہ ہو رہا ہے - عورتون کو تعدد ازواج کی اجازت نہ کوئی عقلمند دے سکتا ہے نہ کوئی مذہب حقہ نہ خود عورت بشرط عصمت اس کو جائز رکھ سکتی ہے نہ اصول طبی اس کو روا رکھ سکتے ہین - نہ مردون کی غیرت اس کو قبول کر سکتی ہے

جبکہ بازاری عورتون پر ایت دن خون خرابیان اور کینہ توزیان ہوتی رہتی ہین تو مردون کے غیور دل کیونکر روادار ہو سکتے ہین
اور قطع نظر ان سب کے عورت کو اس کی اجازت دینے مین منشاء مزاوجت یعنی بقاے نسل بہی حاصل نہین ہو سکتا
کیونکہ خزوجین مین سے ایک نہ ایک کا ہمیشہ یقینی طور پر نطفہ اس صورت مین ضائع ہو جاے گا اور کثرت جماع سے اون کو
بہت امراض ضعف کا بنظر قواعد طبی احتمال ہے اور یقیناً صحت نسوانی اس حالت مین دائرہ اعتدال پر قائم نہین رہ سکتی
اور امراض سے محفوظ رہنے کی ضمنیت پر بہی علت عقر سے مامون نہین رہ سکتی اور یہ منشاے ازدواج کے خلاف
اور بقاے نسل و قیام نوع کی غرض کے منافی ہے۔ اگر اولاد ہوگی تو تولیت اور توریث مین خرابیان اور فتنین پیدا ہو کر
باہمی خلاف و نزاع کی نہ بات باعث ہوگی۔ ہان مرد کے لیے بشرط وفور قوت ہر طرح مفید ہے۔ اگر مزاوجت کا منشا
یہی بقاے نسل ہے تو مردون کو ضروری اجازت دینی چاہیئے۔ تاکہ بقاے نسل کا منشا پوری طرح ادا ہو۔ اور ضیاع نطفہ
وقوع مین نہ آے فرض کرو کہ ایک مرد کثیر القوت قوی الجسم اپنی ایک ہی زوجہ سے چند بار مقاربت کرے تو اوس کا
ہر بار کا نطفہ بجز ایک دفعہ کے ضائع جاے گا۔ حالانکہ اوس کے نطفہ مین بلحاظ کثرت قوت و فراوانی مادہ وافزونی
ریح و روح تولید کی صلاحیت موجود تہی۔ اب دیکھو اس نے کسقدر نقصان ہوا اور کتنے نفوس تلف ہو گئے۔ اور بہت
سے موقعہ ہین جن مین مقاربت طباً ممنوع ہے ہر ماہ مین چہ سات روز زیادہ سے زیادہ دس دن تا اجراے دم طمس
استقرار حمل سے تا یوم ولادت۔ ابتداے ولادت تا اختتام رضاعت۔ یعنی ڈیڑہ دو برس تک۔ پس اگر ایک ہی زوجہ
پر جبراً و قہراً کسی قانون کی رو سے ہر فرد کو مجبور کر دیا جاے تو کسقدر آبادی عالم مین کمی اور کس قدر ضیاع نطفہ وقوع پذیر ہو
اور ایسے شخصون کو جو دموی مزاج۔ قوی الجثہ۔ اور کثیر الباہ ہین اتنی مدت کے تجرد سے کس قدر نقصان پہونچنے کا احتمال
ہے۔ اس سے خداوند تعالی نے مستحقون کو اجازت دی فانکحوا ما طاب لکم مثنی وثلث وربع اور
اون لوگون کو جنکو اتنی قوت اور اس قدر قدرت نہین ہے فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ کے فرمان واجب الاذعان
سے عدالت کی سخت اور مضبوط قید لگا کر حرص زائد سے روک دیا۔ اور بعد اس کے ایسی عدالت کے قائم نہ رکہہ سکنے
اور ہوس کے قائم کرنے کی حرص کرنے پر بہی قاصر رہنے کا مذکور فرما دیا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء

ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة (نساء) اگر سب کو ایک ہی لکڑی ہانکا جاتا تو سخت ابتری اور نہایت خرابی پیدا ہوتی

دلیل دوم

عورتین کم از کم چھتیس سال اور زیادہ سے زیادہ ساٹھہ برس کے بعد قابل اولاد نہین رہتین یعنی اقلاً چھتیس برس بعد اور اکثر ساٹھہ برس بعد حیض منقطع ہوجاتا ہے اور بعد انقطاع حیض اولاد نہین ہوتی ـــ اور مردوین قوت تولید انئی نوے برس تک باقی رہتی ہے ـ خواہ وہ قوت مصنوعی ہو اور خواہ قدرتی ـ پس اگر مرد و عورت وقت ازدواج ہم عمر ہی ہون تو بھی اوسی حساب سے کسی مرد کو چھتیس اور کسی کو ساٹھہ برس بعد اور کسی کو ان دونون عددون کے درمیانی سالون مین دوسرے نکاح کی ضرورت لاحق ہوگی ـ ورنہ قطع نسل اور ضیاع نطفہ اور نقص صحت لازم آئے گا ـ

دلیل سوم

ابقائے نسل چونکہ بمقتضائے فطرت ضروری ہے اس لئے فطرةً اس مین لذت بھی پیدا کی گئی ہے تاکہ انسان اسی وجہ سے اس طرف مائل ہو ـ اس کے ساتھہ ہی انسان کا یہ خاصہ ہے کہ وہ جدت کا خواہان ہے اور ایک چیز پر ہوس کی عرصہ تک رغبت نہین رہتی اور عدم رغبت مورث خمود ـ اور خمود باعث انقطاع نسل ہے ـ اس نظر سے اہل استطاعت کو بھی تعدد ازدواج کی ضرورت ہے اور اون کو بھی اجازت بشرو معاوله مصلحت ومناسب ہے

تعداد ازدواج کی ضرورت باعتبار تمدن

آدمی مدنی بالطبع ہے اور اوس کے حوائج و ضروریات کثیر ہین ـ بلاشرکت غیرے و معونت دیگرے اس کے فرائض زندگی انجام نہین پاسکتے ـ جس ملک یا شہر یا قصبہ مین جس قدر کام کرنے والے ہوتے ہین اوسی قدر اوس کی رونق ـ اوس کا انتظام اور اوس کی خوشحالی ترقی پر ہوتی ہے ـ یہی حال بعینہٖ انتظام منزل کا جو جزو تمدن ہی ہونا چاہئے ـ خانہ داری کے جھگڑے بکھیڑے بھی ایسے ہین کہ ایک ذات سے ہرگز انجام نہین پاسکتے بلکہ دو آدمیون سے بھی نہین نبڑتے اور دوسرے آدمیون کو بالعلوضہ و بالمبادلہ خانہ داری مین شریک کرنا پڑتا ہے اس لئے تعدد ازدواج

ہ حال کی عالمگیر جنگ یورپ نے بڑے بڑے عقلائے یورپ کو تعدد ازدواج کی ضرورت کو تسلیم کرادیا ہے ـ سراج ـ

سے انتظام خانہ داری مین ایک حد تک بہت اسانی اور سہولت پیدا ہو سکتی ہے - بشرطیکہ مرد مین قوت انتظامی ہو اور اوس نے تعدد ازدواج کو محض ذاتی لذات کا مطلع نہ سمجھا ہو - اور عورتین بھی سلیقہ شعار اور اپنے شوہر کی فرمانبردار - مختصر یہ کہ مذہب اسلام کی پوری پابند ہون - تاکہ ایک دوسرے کا ہاتھہ بٹائین اور اپنے شوہر کی کمائی کو جایز اور مفید مصرفون مین صرف کرین - اوس کمائی کو اور حتی الامکان گھر سے باہر نہ جانے دین - غرض مذہب اسلام نے اپنے شخص کے لئے جو ہر طرح ذی استطاعت ہو اور ہر طرح اعتدال کو قایم رکہہ سکے چار نکاح کی اجازت دی اور جنکو استطاعت نہین - کہدیا کہ اون کو ایک ہی پر قانع رہنا چاہیے -

ازواج مطہرات چار سے زائد کیون تہین

اظہار واقعیت پر بحث کرنے سے پہلے یہ دیکہنا چاہیے کہ ایشیا مین کلیۃً پندرہ سولہ برس سے جوش و خروش جوانی اور ولولہ شباب کا زمانہ شروع ہوجاتا ہے - اور انتہا اس کی تیس سال طبًا اور بعض کے نزدیک چالیس سال تک ہے جیسا کہ ایشیا کے مشہور فلاسفر کا قول ہے - ؎ نشاط عمر باشد تا بسی سال - چو چل آمد فرو ریزد پر و بال - اس کے بعد وہ ولولے شباب کے ٹھنڈے پڑنے لگتے ہین اور وہ جوش جوانی نہین رہتا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس برس کی عمر مین حضرت خدیجہ سے جو آپ سے عمر مین پندرہ سال بڑی اور بیوہ تہین شادی کی اور ستائیس برس تک اونہین کے ساتھہ عمر بسر کی - اگر آپ کو محض عیش و عشرت مقصود ہوتی تو آپ کسی دوشیزہ و حسینہ سے شادی کرتے اور اوس زمانہ مین تعدد ازدواج کی کوئی حد اور کوئی شرط نہین تھی - اور شرعًا و رواجًا جائز اور مستحسن بھی تھا آپ ستائیس برس تک ایک ہی پر قانع نہین رہتے - بہت سی حسینہ و جمیلہ و ابکار و اثیاب آپ پر جان و دل تک فدا کرنے کو موجود تہین - پس ایسی ذات پر جس نے عین شباب اور عین آزادی اور کمال اختیار کی حالت مین لذات جسمانی اور عشرت پرستی کی طرف ذرا بھی توجہ نہین کی کسی قسم کی بدگمانی کرنا بڑی جہالت اور سخت کور باطنی ہے - جب یہ معلوم ہوگیا کہ حضرت کا منشا تعدد ازدواج سے عیش و کامرانی نہ تھا تو اتنا اور سمجھہ لیجیے کہ مصلحین کو بخلاف دوسرے عام آدمیون کے اصلاح و تہذیب کے لئے بہت سی ضرورتین ایسی ہوتی ہین

جن کا کرنا اور سر انجام دینا من حیث المصلح اون پر واجب اور فرض ہے انہین ضروریات سے آنحضرت کو چار سے زائد نکاح کرنے کی حاجت ہوئی - بہت سی باتین ہین کہ مرد عورت سے نہین کہہ سکتا اور نہ عورت مرد سے پوچھہ سکتی ہے - اور نیز کو مرد و عورت دونون کو تہذیب نفوس کی ضرورت ہے - اس لئے رسول خدا کو عام مومنات اور مسلمات کے لئے چند معلمات کی ضرورت تہی - اور معلمیت کے قابل وہ ہے جسکی کوئی حرکت کوئی وضع کوئی طرح اور کوئی قول و فعل دائرہ تہذیب اور شایستگی سے خارج نہو - اور اس کے لئے ضرورت تہی کہ اونکو اکثر جلوت و خلوت مین ساتہہ رکہا جاے - اور بلا نکاح کے یہ نا ممکن تہا - اور چونکہ عورتون کا ذہن اور حافظہ ذرا کم ہوتا ہے اس لئے دو ایک معلمہ کے بس کا یہ کام نہین تہا اور اون کے ذہن اور حافظہ پر بہروسہ نہین ہو سکتا تہا - بدین وجہ مناسب اور ضروری تہا کہ تعداد مین بیشی کی جاے تاکہ اطمینان کامل ہو جاے - کہ اگر ایک کو یاد نہ رہے گا تو دوسری کو اور دوسری کو نہین تو تیسری کو الی آخرہ ضرور ہی یاد رہیگا - اور یہی مصلحت تہی کہ اگر ایک سے کوئی مسئلہ دریافت طلب رہ جاے تو دوسرے سے تحقیق کرلے - اور جس طرح احکام متعلق ذکور اصحاب کے ذریعے سے مردون مین مشتہر اور ظاہر ہون احکام متعلق اناث ان معلمات کے ذریعے سے عورتون مین سائر اور رائج ہون اور منشار رسالت جو تمام عالم کے لئے اخروی و دنیوی امور کی اصلاح ہے - پورے طور پر ادا ہو جاے - اس کے علاوہ مصلح کو اصلاح مین تالیف قلوب کی بہی ضرورت ہے - اس رشتہ کی وجہ سے ایک خاندان مین دوسرے سے موالفت اور موافقت پیدا ہوتی ہے اور عقد موافقت سے بڑی آسانی اور سہولیت کے ساتہہ بہت سے مطلب نکل آتے ہین جو زور و زر اور تحریر و تقریر سے بہی نہین نکل سکتے - ان وجوہ سے آنحضرت کے لئے چار سے زیادہ نکاح عین مقتضاے حکمت اور بالکل مطابق رسالت تہے - علاوہ برین ان مین ایسی نیک بی بیان بہی تہین کہ اونہون نے اسلام کے ساتہہ ایسا خلوص اختیار کیا تہا کہ جیسا حق ہے - اون کے شوہر مر چکے تہے اور اون کا کوئی والی وارث نہین رہا تہا - اور ان کا بوجہہ بار اٹہانے والا کوئی نہین تہا - یا وہ خود اپنی خاندانی وقعت قائم رکہنے کے لحاظ سے کسی اپنے غیر کفو کی سرپرستی گوارا نہین کر سکتین تہین - آپ نے اون کو بمقتضاے رحمت اپنی سرپرستی مین لیا اور نکاح کرکے سارے مخالفین اور معاندین

کی بدگمانیون سے راستے اور اون کی اسلام مین رخنہ اندازیون کی راہین جنکا موقعہ اون کو نکاح نہ کرنے کی حالت مین ملتا بند کردے۔

نکاح حضرت زینب

حضرت زینب کے نکاح مین صرف حضرت زید کی منکوحہ سابقہ ہونے کی وجہ سے مخالفون کو اعتراض ہے۔حضرت زید کو آپ نے بیٹا کہا تہا۔اور یہ صرف اس وجہ سے کہ وہ آپ کے جان نثار خادم تہے اور اون کی خدمت وجان نثاری سے خوش ہوکر اون کو بیٹا کہتے تہے۔مخالف کہتے ہین کہ آپنے اون کو متبنی کرلیا تہا اور متبنی مثل صلبی بیٹے کے اور صلبی بیٹے کی زوجہ سے نکاح نہین ہوسکتا ہے۔اس لئے ہمین صرف تبنیت پر بحث کرنی چاہیئے۔کیونکہ مخالفون کے اعتراض کی بنا صرف اسی پر ہے کسی کے کسی کو بیٹا یا بابا کہدینے سے کوئی کسی کا باپ یا بیٹا نہین ہوسکتا۔اس لئے تبنیت محض ایک فرضی چیز اور زبانی بات ہے۔ایک عالم کل بنی نوع کو بہائی کہتا ہے۔اور خصوصًا اکثر شخص اپنے ہم قومون کو بہائی اور اپنے چہوٹون کو بیٹا کہدیتے ہین۔اور بعض تو بنظر محبت اپنے چہوٹون ہمیشہ بیٹا اور وہ چہوٹے اون کو ہمیشہ باداجی یا باباجی کہتے ہین۔کیا اس سے وہ اصلی بہائی بیٹے یا باپ ہوسکتے ہین؟ ہرگز نہین۔ورنہ ازدواج علی العموم حرام ٹہرتا ہے اور پہر اوس سے کوئی مخالف کو تداندیش نہین بچ سکتا۔ہندوستان کیا تم سارے جہان مین رواج دیکہوگے کہ ہر شخص سالے سالی کو بہن بہائی کہکر پکارتا ہے۔اور ساس سسر سے اپنے داماد کو بیٹا کہتے ہین۔بہلا اس کہنے سے کیا وہ حقیقی بہائی یا بیٹے ہوسکتے ہین۔اسلام مین متبنی کرنے کا ہرگز حکم نہین اور نہ حضرت صلعم نے حضرت زید کو متبنی کیا۔اگر حضرت صلعم نے زید کو بیٹا کہا تو اوس کی وہی صورت تہی جو ہمنے بیان کی۔مگر مخالفون نے اوس کو یہ سمجہا کہ متبنی کیا تہا۔رسم تبنیت بری رسم ہے۔اون پیچیدگیون رنجشون اور خرابیون سے قطع نظر کرکے جو متبنی کرنے والے کے رشتہ دارون مین باہم پیدا ہوتے ہین اور اون وقتون اور مشکلون کو نظرانداز کرکے جو حکام وقت کو اوس کے سلجہانے مین اٹہانا پڑتی ہین۔دیکہئے تو یہی اس مین بڑی بہاری بے انصافی ہے صلبی بیٹے

بیٹھے رہین اور اون کے مقابلہ مین کل حقوق ایک غیر شخص کو دیدیئے جائین اور وہ بیچارے مونہ دیکھتے رہین۔
متبنی کرنے والے کی بی بی کو اپنے شوہر کے مرنے کے بعد۔ اور خود متبنی کرنے والے کو اوس کے بڑہاپے
مین عقلاً کچھہ اوس سے امید بہتری کی ہوسکتی ہے ہرگز نہین۔ ہم اس سے زیادہ کچھہ نہین کہتے کہ ایک عقلمند اکی
خرابیون کو تعصب سے علحدہ خودہی دریافت کر سکتا ہے۔ پس جب تبنیت ہی ایک بے اصل چیز ٹہری تو
نکاح زینب کیون درست نہین۔ زیدؓ نے ناموافقت مزاج کی وجہ سے حضرت زینب کو باوجودیکہ آپ نے اونکو
منع بہی کیا۔ طلاق دیا۔ اس کے بعد آپ نے بحکم خدا آپ سے نکاح کیا۔ اور اس مین دو قوی مصلحتین ہتین۔
حضرت زینب سے نکاح کے وقت انحضرت کی عمر پچاس برس کی تہی۔ اس لئے آنحضرت پر کسی بدلانی کو
نسبت دینا بالکل جہالت ہے۔ جیسا ڈاکٹر دیونپورٹ نے غیر متعصبانہ اپنی راے قایم کی ہے (دیکہو کتاب
اپالوجی فار محمد) ایک تو وہی وجہ تہی جو ہمنے ذیل ازواج مطہرات مین لکہی ہے۔ حضرت زینب قوم قریش
مین سے ہتین جو سب اقوام سے عرب مین معزز تہا اور انحضرتؐ کی پہوپہی کی بیٹی ہتین۔ حضرت زید سے جو
آزاد کردہ غلام تہے انحضرت ہی کے اصرار سے اپ کا نکاح ہوا تہا گو حضرت زینب کو یہ نسبت گوارا نہ تہی اگر آن
حضرتؐ کو اون سے عقد کرنا پہلے ہی سے منظور تہا تو آپ حضرت زید کے لئے اون کو کیون مانگتے۔ اور اپنے
ہی لئے حضرت زینب کی کیون درخواست نکرتے۔ کیا جنہون نے زینب کو حضرت زید کو جو حضرتؐ کے
غلام تہے دیدیا تہا حضرت کے عقد نکاح مین نہ دیتے وہ تو بڑی خوشی سے دیتے اور اون لوگون کے
حق مین یہ تو بڑی سعادت تہی۔ جبکہ حضرت زید نے نااتفاقی شکررنجی کی بناپر حضرت زینب کو طلاق دیا تو آپ کو
زینبؓ کے اعزا کی دل شکنی کا اور خود حضرت زینب کی غمگینی کا خیال آیا۔ اور ایسے موقعہ پر ضرور ہوتا ہے
کیونکہ طلاق کے بعد مطلقہ کے ساتہہ عقد کرنے مین اور لوگون کو گونہ تامل ہوتا ہے۔ اور وہ جانتے ہین کہ
ہمارے ساتہہ بہی اس کا نبہاو نہ ہوگا اور مختلف خیالات لوگون کے دلون مین ہوتے ہین۔ (اور اس سے خود
عورت اور اوس کے اعزا و اقربا کو سخت رنج ہوتا ہے۔ آپ نے خیال کیا ہوگا کہ زینبؓ اور اوسکے اعزا کے

رنج کا باعث مین ہی ہوا ممکن تہا کہ آپ زینب کا نکاح اوس شخص سے کردیتے لیکن اوس شخص کی دلی خیال کو جو عموماً مطلقہ عورت کیطرف سے ہوتا ہے آپ کیا کرتے آپکے پاس سب سے عمدہ تدبیر حضرت زینب کی اشک شوئی کی اور اون کے اعزاز کی غم غلطی کی اور تمام آدمیون کے تصفیہ خیال کی بجز اس کے کوئی نہ تھی کہ آپ حضرت زینب کو اپنے حبالہ نکاح مین لائین دوسرے عرب

مین رسم تبنیت کی جاری تہی اور موسنہ بولے بیٹے کو مثل صلبی بیٹے کے سمجھتے تہے اور اس بیہودہ رسم کے توڑنے مین جو مشکلات پیش آتی ہین اور جو جو ابات پابندان رسم ایسی مضبوط جڑ پکڑی ہوئی رسمون کے توڑنے کی صلاح دینے والون کو دیتے ہین اون کو وہ لوگ جنہون نے نکاح بیوگان کے اجرا کی تدبیرین کین اور بعض بُری رسمون کے مٹانے کی ہندوستان مین صلاحین دین خوب واقف ہین - ایسے موقعون پر تمام آدمی یہ چاہا کرتے ہین کہ پیش قدمی کسی بڑے کی طرف سے کی جاوے - یا خود صلاح دینے والا اوس پر عمل کرے - اس لئے بعد طلاق کے حضرت زینب کو آنحضرت صلعم نے نکاح مین لاکر خاص وعام کو بتلا دیا - کہ متبنی کوئی چیز نہین ہے اور متبنی ہرگز بیٹے کی برابر نہین ہوسکتا -

طلاق

اس سے مرد وعورت دونون کے لئے آسانی ہے اگر مرد وعورت مین نااتفاقی اور ناچاقی ہو اور کسی طرح معاملہ اصلاح پذیر نہ ہوتا ہو تو عمدہ ذریعہ دونون کی آسانی و آرام کا طلاق ہے اور یہ طریقہ بالکل مقتضائے فطرت ہے چنانچہ جب تک ہم مین کسی سے باہم اتفاق رہتا ہے - ہم ملے جلے رہتے ہین اور مخالفت ہوجانے کے بعد ہر ایک کی دلی خواہش افتراق کی متقاضی ہوتی ہے - اور علحدگی مین بہتری سمجھی جاتی ہے - اور ظاہر ہے کہ انتظام تمدن اور انتظام منزل اتفاق ہی پر مبنی ہے - اور نفاق جس طرح انتظام تمدن کے لئے مضر ہے اوسی طرح انتظام منزل (کہ یہ بھی بمنزلہ انتظام مدن کے ہے) کے حق مین ناموافقت مضرت رسان ہے - پس باہمی نفاق اور منافرت کی حالت مین تعلق زناشوئی کا قائم رکھنا سخت خطرناک ہے اور قائم رکھنے پر مجبور کرنے والا سخت ظالم ہے[ف] -

[ف] کلام مجید مین طلاق کی اجازت ایسی ہی ناگزیر صورتون میں دیگئی ہے - یہ نہین کہ ذراسی ناگواری دیا چاقی ہوئی اور طلاق دیدیا - چنانچہ حکم ہے کہ
دیکھو نوٹ صفحہ نمبر ۹۱ -

گوشت خواری

ہمین ہرطرح کے کام روزمرہ کرنے پڑتے ہین اور مختلف اور متعدد حرکات اشتغالی سے ہمارے بدن مین تحلیل وتنقیص ہوتی رہتی ہے۔ اس لیئے ہمین اس کے جبر نقصان اور بدل ماتحلل کی ضرورت ہے اور وہ ضرورت فی الجملہ غذا پوری کرتی ہے۔ اس غرض کے لیئے موالید ثلثہ کو ہم دیکھتے ہین کہ ان مین سے کون سی چیز انسان کیلیے مفید تغذیہ ہے۔ جمادات مین سے تو کسی مین یہ صلاحیت نہین کہ انسان اوس کو بطور غذا استعمال کرسکے۔ ہان نباتات مین اکثر انواع تغذیہ جسم انسانی کی قابلیت رکھتے ہین۔ جیسے گندم جو۔ چنا۔ جوار وغیرہ مگر سب کے مزاج مین کمی بیشی ہے۔ اور سب سے افضل بالاتفاق گندم قرار پایا ہے اور تنہا یہ بھی مفید تغذیہ کامل نہین۔ بلا لگاون کے اپنی خشکی اور لزوجت کی وجہ سے مسدد ہے۔ اور اس کے ہضم مین معدہ کو دقت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے روکھی روٹی کہانے کا طبًا حکم اور عمومًا دستور نہین ہے اور گویا طبیعت مدبرہ نے یہ قاعدہ اپنی سہولت کیلیے محض بفیضان الٰہی مقرر کرلیا ہے۔ نان خورش کے لیئے بہت سے ساگ پات پہل پہول ہین۔ لیکن عمومًا تمام ساگ پات وغیرہ قلیل الغذا۔ اور اکثر مین دوائیت غالب ہے اور جس مین دوائیت غالب ہو یا دوائی غذائی ہون وبجز خاص خاص موقعون کے بطریق مداومت غذا بنائے جانے کے قابل نہین۔ ان مین سے کسی مین رطوبت غالب ہے۔ جیسے کدو۔ تری۔ کسی مین لعابیت وقبض جیسے بہنڈی۔ اروی۔ کسی مین بہت خشکی جیسے آلو۔ بیگن وغیرہ وغیرہ۔ اور ان

(بقیہ نوٹ صفحہ نمبر ۸۰) ان یصلحا بینہما صلحا والصلح خیرا (نساء ۱۹ ع) وہ دونون آپس مین صلح کرلین اور صلح خوب چیز ہے یہ کبہی اختیار نہین دیا گیا ہے کہ بلا وجہ شدید اور بغیر اطلاع سابقہ دفعتًا اور مطلقًا اور بلا کسی شرط کے طلاق دیدیا جاے۔ آیات ذیل سے ایسی طلاق کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے۔ وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئًا ویجعل اللہ فیہ خیرًا کثیرا (نساء نہ ع) یعنی گزران کرو عورتون کے ساتہ اخلاق سے پہر اگر تم کو وہ بری معلوم ہون تو صبر کرو اور اون کو جدا نہ کرو شاید تم کو پسند نہ آوے کوئی چیز۔ مگر خدا نے اوسمین بہت خیر و برکت رکہی ہو۔ وبعولتھن احق بردھن فی ذالک ان ارادوا اصلاحًا (بقرہ ۲۸ ع) یعنی عدت کے زمانہ مین اونکے خاوند زیادہ حق رکہتے ہین اونکا پہیر لینا اگر چاہین صلح کرنی۔ اسکے علاوہ قرآن مجید مین طلاق کے متعلق اور بہی قیود و شرائط ہین جنکے ذکر کا یہان موقع نہین ہے۔

چیزون مین ہمیشہ استعمال مین لائے جانے کی قابلیت ہونے کی یہی بڑی دلیل ہے کہ ان کی پیدایش وقتی اور موسمی ہے اور قابل اذخار نہین - اور طبیعت ان کے اکثار سے متنفر ہو جاتی ہے - اور جو چیز بدمزہ اور ناگوار ہوتی ہے پھر طبیعت اوس کو غذا کے کام مین نہین لاتی اور بدن اوس سے بہرہ ور نہین ہوتا - اس کے بعد ہم حیوانات کیطرف متوجہ ہوتے ہین - تو اکثر حیوانات کو ہم اپنے مطلب کا پاتے ہین - کہ کثیر الغذا بھی ہین - اور قلیل الفضول بھی اور بدل ما یتحلل کے لئے ایسی چیزون کی ضرورت ہے اس سے طبیعت اُکتاتی نہین اور باوجودیکہ ہزارون ذبح ہوتے ہین - لیکن پھر اون کی تعداد بیشمار ہے اور باوصف اِس کے کہ اُن کی اولاد بہ نسبت اون جانورون کے جو غذا کے کام مین نہین آتے بہت کم ہوتی ہے - لیکن ہمیشہ تعداد ان ہی جانورون کی زیادہ ہوتی ہے جو آدمی کی غذا بنتے ہین - دیکھئے کتے وغیرہ کے پانچ پانچ چھہ چھہ بچے ہوتے ہین اور بھیڑ بکریون کے علی العموم ایک اور گاہ بگاہ دو - مگر پھر بھی بکریون کی تعداد زیادہ ہے - ان باتون سے صاف ظاہر ہے کہ طبیعت مدبرہ کے نزدیک عمدہ غذا - اور قانون قدرت کے موافق اچھا بدل تحلل جسم انسان کے لئے صرف گوشت ہے - اور خود قدرت کی بھی یہی خواہش ہے کہ انسان اپنی بقاے شخص و نوع کے لئے گوشت ہی کو استعمال کرے ورنہ اس قدر اہتمام جو ہم نے بیان کیا قدرت کی جانب سے ہرگز نہوتا اور پردہ جہان پر ایک بھیڑ بکری تا ہم کو نہ ملتی - یہ نہایت عمدہ اور مقوی غذا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جس قدر گوشت خوار قومین ہین وہ جرئت - ہمت - دلیری - قوت اور تیز فہم فراست مین غیر گوشت خوار قومون سے بہتر و برتر ہین -

جسم کی پرورش خون سے ہے اور گوشت خون سے بنتا ہے - اس لئے حیوان کے گوشت کو انسان کی غذا کے لئے خاص مناسبت ہے کہ طبیعت کو بہ سبب قرب استحالہ کے تغذیہ بدن کے لئے خون بنانے مین زیادہ دقت نہین اٹھانی پڑتی ہے - گاے بھینس کا گوشت بعض مزاجون مین دیر ہضم اور مولد سودا ہے - لیکن اس پر بھی اصحاب کد و تعب کے لئے نہایت مناسب ہے کیونکہ ایسے شخصون کو ہلکی غذا اگرچہ جلد ہضم ہو جاے گی - لیکن جلد ہی تحلیل ہو جاے گی اور بدن کو اوس سے حفظ وافی نہین پہونچے گا - بلکہ ایسے شخصون کو ہلکی غذا بجاے فائدے کے بعض اوقات نقصان

ہوتی ہے۔ دودہ بہت ہی ہلکی اور لطیف غذا ہے۔ اسلئے تنہا بطور غذا استعمال مین نہین آتا۔ گو یہ مقوی بدن ہے
مگر جلدی منہضم ہو کر جلد ہی تحلیل بہی ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دوسری غذاون کی بہ نسبت دودہ زیادہ پیا جاتا ہے
اور پہر بہی کچہہ نہین معلوم ہوتا۔ اس کے علاوہ اور بہی چند نقص ہین۔ اگر اس کو ثریدکی طور پر استعمال کرین تو یہ مولد شدہ سے
بعد غذا پیئین تو اپنی رقت قوام اور سرعت استحالہ و انہضام غذاے ماقبل سے پہلے ہضم ہو کر خراب ہو جاتا ہے
کیونکہ پہلی غذا کی وجہ سے جو ابہی تک معدہ مین موجود تہی عروق مین جانے کا راستہ نہین ملیگا۔ تو اوسی حرارت
سے جو غذاے ماقبل کو پکاتی ہے خراب ہو کر اوس غذا کو بہی خراب کر دے گا۔ یا بوجہ رقت و سیلان اجزاے
غذائی جو ابہی فعل معدہ کی محتاج ہین عروق مین بہا کر سدہ پیدا کرتا ہے۔ اور یہ بعض اوقات اطلاق بطن کا
باعث ہوتا ہے غرض از روے عقل سب غذاؤن سے عمدہ غذا گوشت ہے۔ اور دنیا مین صرف معدودے
چند آدمی ایسے ہین جو گوشت خوار نہون۔ ایک شخص نے اپنی کتاب مین یہ لکہا ہے کہ جتنے گوشت خوار جانور ہین
اون کے دانت اور پنجے اور جفتی کے طریقے خاص خاص طور کے ہوتے ہین۔ اور انسان اون سب طریقون
اور وضع مین اون سے علحدہ ہے۔ اس لئے انسان گوشت خوار نہین ہے مگر ہم کیا کوئی عقلمند اس سے متفق نہین
ہوسکتا۔ یہ بچون کے بہلانے والی باتین ہین۔ ایک ذی عقل کے سامنے حقیقت نہین رکہتین۔ اگر انسان
کو گوشت خوار جانورون کے سے پنجے اور اون کے سے دانت نہین اور انکا سا طریقہ مقاربت نہین۔ تو انسان
کے گاے بیلون کے سے سینگ بہی نہین وہ جگالی بہی نہین کرتا۔ اوس کے کہر یا سم اون کا سا چہرہ مہرہ بہی نہین۔
طریقہ جفتی بہی ویسا نہین۔ غرض صورت شکل اور طرز ماندو بود وغیرہ مین نہ وہ درندون سے مشابہ ہے نہ چرندون سے
نہ جانوران آبی سے مطابق ہے۔ نہ ساکنان عالم ہوائی سے۔ پس راے مخالف متذکرہ بالا کے بموجب
انسان کو چاہیئے کہ نہ وہ گوشت کہاے نہ نباتات۔ کیونکہ فی الحقیقت کسی سے مطابق نہین۔ پہر انسان
کیا کہا کر بسر کرے ؟۔

اصل یہ ہے کہ جن ضرورتون کے لیئے چرندون کو سینگ وغیرہ اور درندون کو خاردار پنجے اور خاردار دانت عطا

ہوئے ہین - انسان کو اوس کے بدلے مین صفت عقل عطا ہوئی ہے جو ساری کمیون کو جو دیدۂ کوتاہ بین مین
مورد بحث ہین پورا کر دیتی ہے - اور وہ مدافعت اور صید و شکار کے لیے سینگ - پنجون - اور نوکدار دانتون
سے زیادہ کار آمد چیزین مہیا کر لیتا ہے - اگر انسان کے پاس چنگال پلنگ اور دندان شیر نہین ہین تو نہون - اوس
کے پاس بندوق - تلوار - برچھی وغیرہ آلات حرب و ضرب تو موجود ہین - پہر اللہ تعالی کو ایسی کیا پڑی تہی کہ انسان
کو بہی ویسے سینگ چنگل اور ویسے دندان بے ضرورت دیکر اوس کی صورت کو بگاڑتا - اللہ تعالی نے اور حیوانات
کو معدے نہایت قوی عطا فرمائے ہین تاکہ وہ پینے پکانے کے ہنڈون سے آزاد رہ سکین اور اس سے
وہ یون ہی اپنی غذا کہا لیتے ہین اور سب کچہہ ہضم ہو جاتا ہے - چونکہ حیوانات اپنی غذا ہمیں پکا کر نہین کہاتے اون کو دانت
بہی اون کی ضرورت کے موافق زیادہ قوی اور تیز دیئے - مگر انسان کا معدہ ایسا نہین وہ سوا چند فواکہات اور اثمار
کے عموماً سب غذا اون کو کہانے سے پہلے پکا - ریندہ کر معدہ کی قوت ہاضمہ کے اثر کے قابل بنا لیتا ہے - اس لیے
انسان کو ایسے دانت دیئے گئے کہ وہ پکی ہوئی غذا کو اتنا چبا سکے کہ وہ معدہ مین ہضم ہونے کے قابل ہو جائے
درندون کی غذا اگرچہ گوشت ہے - اور پکانے ریندہ کرنے کے کہڑاگ سے وہ قدرتاً بچت پیدا کئے گئے ہین - اور
اون کے پاس چہری کانٹے بہی نہین جس سے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے موافق غذا بنائین - اس لیے
اللہ تعالی نے اپنے رحم عام سے اون کو نوکدار دانت اور دھاردار پنجہ دیئے ہین جنسے وہ چہری کانٹے کا کام لیسکین
اور اپنے دانتون کی تیز نوکون سے گوشت کو مثل قیمہ کے کرکے ہضم معدے کے قابل کر لین - اور انسان چونکہ گوشت
کو بہی پکا کر ہی استعمال کرتا ہے - اس لئے اوس کو دانت درندون کے سے دینے ضرور نہ تہے - معترض کو ایک اعتراض
یہ بہی ہے کہ گوشت کا سبب مادی خون ہے اور خون بالقوہ گوشت ہے پہر خون بطور غذا کیون استعمال نہین کرتے
جواب اوس کا یہ ہے کہ مانا کہ خون بالقوہ گوشت ہے لیکن قبل گوشت بننے کے خون مین صلاحیت غذا کی نہین ہوتی
اور طبّاً وہ [illegible] اور معدہ اور جگر کو مضر اور مورث دمہ وغیرہ امراض ہے - اور بعد استحالہ کے یہ تاثیر مضرت اوسکی
جاتی رہتی ہے جیسے کہ دودہ کہ وہ ایک قسم کا خون ہی ہوتا ہے لیکن بعد استحالہ کے وہ قابل تغذیہ ہوتا ہے

اور اوسکے کہانے سے ہم بہی دریغ نہین کرتے - دوسرا اعتراض اون کا یہ ہے کہ جیسا ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت ہے ویسے ہی مخنوق کا - پہر مخنوق کا گوشت کیون حرام ہے - یہ تو بہت ہی موٹی بات ہے کہ تنفس کے پہیپہڑے اور قلب مین سے ایک ایسی غیر معمولی گرمی ہوتی ہے جسکی تبرید و تعدیل کے لئے ہر وقت تازہ ہوا کی ضرورت غیر انقطاعی طور پر رہا کرتی ہے - اور تنفس کے ذریعے یا یون کہو کہ حرکت انبساطی سے قلب تازہ ہوا کو کہینچتا ہے اور ذرا کی ذرا مین وہ ہوا - اس قدر کاربونک مادہ جذب کر لیتی ہے کہ دل کو تہوڑی دیر بہی اوسے روکے رکہنا دوبہر ہوجاتا ہے - اگر اوس کو روکا جاے تو اوس کا سمی مادہ ایک لحظہ مین شرائین کے ذریعے سے تمام جسم مین پہونچکر سب کے مزاج کو بگاڑ دے - اور روح حیوانی گوشہ قلب مین گہٹکر رہجاے - اسلئے مخنوق کا گوشت قابل غذائیت نہین - اور اسی طرح مردہ جانور کا گوشت ہے کیونکہ سبب موت کوئی نہ کوئی ایسا مرض قوی الاثر ہوتا ہے جس سے گوشت پوست رگ وپے سب کا مزاج بالکل بگڑ جاتا ہے -

فٹ نوٹ - گوشت خوار بے رحم نہین ہوتے - نباتات بہی ذی روح ہین - مطبوعہ اخبار العزیز آگرہ ۲ سنہ ۱۹۰۲ء

معترض لوگ کہتے ہین کہ گوشت خوارون مین دیا یعنی رحم نہین ہوتا - اپنی غذا کے لئے جانورون کو مار ڈالتے ہین ہم کہتے ہین کہ صرف نباتات خورون مین کونسا رحم ہوتا ہے - جیسے گوشت خور - ویسے نباتات خور - چنانچہ ثابت ہوگیا ہے کہ نباتات مین بہی جان ہوتی ہے اور وہ بہی حس و حرکت کرتے ہین - بلکہ معدنیات بہی گو عام طور پر ہین اون کا ذی حس و ذی روح ہونا محسوس نہین ہوتا - چنانچہ جس طرح حیوانات مین نمو ہوتا ہے اسی طرح نباتات کو بہی ہوتا ہے - ذی روح کی عمر کے تین حصے ہوتے ہین بچپن جوانی - بڑہاپا - بعینہ نباتات مین بہی ایسا ہی ہے پہلے پودا ہوتا ہے - پہر تناور درخت - پہر پرانا ہوکر سوکہ جاتا ہے - جس طرح ایک ذی روح کی تندرستی مین آب و ہوا کے تغیرات کے اعتدال سے گھٹنے یا بڑہنے سردی و گرمی کے اثر سے فرق پڑتا ہے ٹہیک اوسی طرح نباتات مین بہی فرق پڑتا ہے - موسمی انقلابات سے انسان کی صحت مین خلل واقع ہوتا ہے تو نباتات مین بہی ایک قسم کا تبدل ہوجاتا ہے - جیسے خزان سے تعبیر کیا جاتا ہے - اور جس طرح عمدہ آب و ہوا کا اثر انسان کو تندرست رکہتا ہے اوسی طرح نباتات کو بہی پہلاتا - پہولاتا - سرسبز و شاداب کرتا ہے - جسے بہار کہتے ہین - ہوا پانی جس طرح

حیوانات کے لیئے لازمی و ضروری ہین اوسی طرح نباتات کے لیئے بہی - فی زمانناً یہ بہی ثابت ہوگیا ہے کہ درخت بہی حرکت کرتے اور اپنی جگہہ بدلتے ہین - جنہین جیالوجی والے اپنی اصطلاح مین موونگ پلینٹس (Moving Plants) کہتے ہین اور بعض پودے اس قسم کے ہین جنمین نسبتہً حس بہت زیادہ ہوتی ہے - جیسے لجالو - یا چہوئی موئی - لجونتی - کہ جہان اوس کے پتون کو چہوا سب فوراً سمٹ کر یکجا ہوجاتے ہین - ریحان الرقص نام ایک درخت ایسا ہے کہ اگر اوس کے سامنے خوش الحانی سے گاؤ تو اوس کا پہول وجدانی حرکات کرتا اور ناچنے لگتا ہے - یا درخت سورج مکہی جسکا پہول آفتاب کی طرف رخ کئے رہتا ہے بعض درختون مین مثل نخل خرما تزکیر و تانیث کا امتیاز بہی ہوتا ہے اور جبتک اون کے درمیان اونکی فطری طریقے سے باہمی امتزاج نہین ہوتا اونمین پہل پہول نہین آتے - علم نباتات کے محققون کی تحقیقات کے بموجب تو ہر درخت مین میل اور فیمیل ارگن (تذکیر و تانیث) ہوتا ہے جنہین - (Pistils) پسٹلس اور (Stamins) سٹیمنس کہتے ہین اور حیوانات کیطرح نباتات مین بہی مادہ تولید ہوتا ہے جیسے پالن (Pollin) کہتے ہین - بعض اوقات ایک ہی پہولین نر اور مادہ اجزا ہوتے ہین اور بعض اوقات نر پہول الگ ہوتا ہے اور مادہ الگ - چنانچہ کیر سے مین بعض پہول نر ہوتے ہین اور بعض مادہ کبہی کسی ایک پودے مین سب پہول مادہ نکلتے ہین اور کبہی سب نر - ایسی صورت مین جب تک مادہ تولید (پالن) کامل نہین ہوچکتا - درخت سرسبز نہین ہوسکتا - اور پہل پہول نہین لاتا - جب یہ پالن زیرہ پک جاتا ہے تو دوسرا پالن بیگ (تہیلی) پہٹ جاتا ہے - اور نر و مادہ اجزا یا دونون پہولون کے ہوا کے ذریعے سے باہم ملجانے سے ایک دوسرے مین سرایت کرجاتے ہین یا کسی اور خارجی اثر سے - لیکن جب تک یہ نر اور مادہ اجزا ایک جا نہین ہوتے پہل وغیرہ نہین پیدا ہو سکتے - جسطرح حیوانات اپنے مونہ کے ذریعے سے غذا اپنے جسم مین پہونچاتے ہین اور وہ تمام شریانون اور رگون مین سارے ہوجاتی ہے - اسی طرح نباتات مین بہی جڑ بجائے مونہ کے ہے اور پتے اور شاخین بجائے رگون اور شریانون کے - یہی پتے درختون کے تنفس کی راہ ہین - جنکے ذریعے پودون مین - آکسیجن اندر جاتا - اور کاربونک ایسڈ باہر نکلتا ہے

ماحصل کلام یہ کہ نباتات بہی حیوانات کی طرح ذی روح ہین

نباتات بھی حیوانات خور ہین

زمانہ حال کی تحقیقات سے بہت سے گوشت خوار درخت بھی پائے گئے ہین۔ چنانچہ ایک جیالوجسٹ صاحب نے جو افریقہ مین علم جیالوجی کی تحقیقات کی غرض سے سفر کر رہے تھے۔ ایک واقعہ لکھا ہے جو ہم نے اسکول کے زمانہ مین پڑھا تھا۔ وہ لکھتے ہین کہ ایک دن مین ایک صبح کے وقت جنگل مین سے گذر رہا تھا میرا کتا میرے ساتھ تھا جو پیچھے پیچھے چلا آتا تھا۔ تھوڑی دور جاکر دفعتاً کتے کی چیخنے چلانے کی آواز میرے کان مین آئی۔ پلٹ کر گیا دیکھتا ہون کہ کتا ایک درخت کی جڑ مین اوبھا پڑا ہے اور ایک شاخ اوسکی گردن مین حمائل ہے مین نے چاقو سے اوس شاخ کو کاٹ کر رہائی دی۔ مگر اس عرصہ مین کتے کی گردن کی کھال چھل گئی تھی اور اوس شاخ نے اوس کا خون چوس لیا تھا۔ افریقہ مین اور ہندوستان مین گنگا کے کنارے بھی ایسا درخت اکثر پایا گیا ہے جسے انگریزی مین (Fly Trap) فلائی ٹریپ کہتے ہین۔ جہان اوس کے پتے پر مکھی بیٹھی۔ فوراً پتے سمٹ کر بند ہو جاتے ہین اور مکھی اندر دب کر مر جاتی ہے۔ ناگ چمپا کے پھول کی بھی یہی خاصیت ہے۔ اس کا پھول ایک کٹورے کی شکل کا ہوتا ہے اور نہایت ہی خوشبودار ہوتا ہے اس کی مست کر دینے والی خوشبو کی وجہ سے اس کے نیچے سانپ پائے جاتے ہین۔ بھونرا۔ مکھی۔ یا اور کوئی اسی قسم کا جانور اس کے پھول پر آکر بیٹھتا ہے پھول بند ہو جاتا ہے اور وہ اوسی مین مر کر رہ جاتا ہے۔ اور بھی اس قسم کے گوشت خوار درخت سننے گئے ہین۔ مثلاً شجرۃ الکاہل افریقہ یا امریکہ مین ایک درخت ہے کہ وہان کے وحشی باشندے اپنے مردون کو بجائے دفن کرنے یا جلانے کے اوس درخت کے پاس چھوڑ دیتے ہین اور پتے نعش پر ٹوٹ پڑتے ہین اور گوشت پوست سب صاف کر دیتے ہین۔ اسی طرح انگور کی بابت مشہور ہے کہ خون کے کھاد سے زیادہ پھیلتا ہے۔ سراج۔

ضمیمہ عقل اور مذہب از مصنف مطبوعہ رسالہ نیرنگ جہان جے پور ۱۹۱۲ء

عقل اور مذہب کی موافقت یا مخالفت کے باب مین دو گروہ ہین۔ ایک وہ جو آگ پانی کی طرح عقل اور

مذہب مین بیر تبلاتا ہے اور اسی کی بنا پر علوم عقلیہ کو افساد عقائد اور رخنہ اندازی مذہب کا الزام دیتا ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نہین۔ عقل اور مذہب مین چولی دامن کا ساتھہ ہے۔ وہ مذہب ہی خیالی ڈہکوسلا ہے جس کو عقل سے مطابقت کلی نہین۔ فریق اوّل نے عموماً اون نتائج پر نظر کرکے جو مذہب پر خراب اثر ڈالتے ہین اور سوء استعمال عقل سے ظہور پذیر ہوتے ہین۔ بروے احتیاط وجوش مذہبی ایسا کہا ہے جس سے اون کا خلوص اور حسن نیت اچھی طرح سے منشرح ہوتا ہے مگر اوسنے اپنے احتیاط کے پُرزے کو زیادہ کس دیا ہے قاعدہ ہے کہ جب انسان کی طبیعت مین کوئی بات جم جاتی ہے تو ہر شے مین اوسی کی جھلک اوسے نظر آیا کرتی ہے۔ اور ہر بات سے اپنے دلنشین خیالات کے مطابق کچھہ نہ کچھہ اخذ کرلیا کرتا ہے۔ اور کسی چیز کی غایت شغف مین یہہ بھی عموماً دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اپنے مخالفون کی غلط سے غلط نکتہ چینیون کو برہان اور دلیل سے رد کرنے کے بجاے اون کو سرے سے بُرا کہنے لگتے ہین۔ اور یہ تعصب اس مین شک نہین کہ تحقیق حق سے محروم رکہتا ہے چونکہ مخالفان علوم عقلیہ۔ عقلی چون وچرا۔ اور استدلالی انکار وتسلیم کی بدولت بعض اشخاص کے عقائد کا تذبذب اور اختلال بچشم خود دیکھہ چکے ہین اور آج کل اس کا مشاہدہ بکثرت ہو رہا ہے۔ انہون نے بجاے اس کے کہ اون اعتراضات کو رفع کرتے جو بادی النظر مین وارد ہوتے ہین عقل اور مذہب کے باہمی مخالف کا یقین کرلیا۔ اور تحصیل علوم عقلیہ کو ممنوع الشرع ٹہرادیا۔ اور اسی خیال کی استغراقی حالت مین وہم نے اون کے کانون مین یہ پھونک دیا کہ الحکمۃ ضالۃ المؤمن کے معنی مین الحکمۃ مضل المؤمن۔ حالانکہ اول تو اس معنی کے برعکس بہت سی نصوص قرانی موجود ہین۔ جیسے و من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً اور متعدد مقامات پر قران پاک مین۔ ہیئت۔ ہندسہ۔ طبعیات معدنیات نباتات و سفر وسیاحت (وسائل اکتساب علوم) کی ترغیب اور تحریص وارد ہوئی ہے اور یہی نہین بلکہ کہین کہین کنایۃً مسائل علوم حسب موقعہ بیان مین آئے ہین۔ دوسرے اسی حدیث کو دیکہا جاے تو خود اس مین تحصیل علوم حکمیہ کی تاکید پائی جاتی ہے ضالہ معنی مین گم شدہ چیز۔ اور اسی کہوئی ہوئی چیز کی تلاش ہر شخص پر عقلاً اور عرفاً واجب اور لازم ہے۔ مسائل مذہبی کو جہانتک دیکہئے برکات حکمی اور مصالح عقلی سے بہرے ہوئے ہین یہان مذہب اسلام کو

اس لیئے لیا گیا ہے کہ مین مسلمان ہونے کی وجہ سے اپنی بساط بھر اسلامی مسایل سے واقف ہون دوسرے
مسائل کے اصول و فروع سے نہ چندان وقفیت نہ اس موقعہ پر ہر مذہب کی ماہیت سے بحث مقصود ہے۔ ہان
اتنا کہدینا کافی ہے کہ ہر مذہب و ملت کے مسائل مین کوئی نہ کوئی مصلحت عقلی ضرور ہوگی عام اس سے کہ وہ مصلحت
مختص بہ مکان و زمان ہو یا عمومی و دوامی۔ اور ہماری معمولی عقل اوس کے ادراک مین کامیاب ہو یا نہ ہو۔ غرضکہ نماز
روزہ۔ حج۔ زکوہ۔ کوئی اصول۔ کوئی فرض۔ اور کوئی حکم ایسا نہین ہے جو عقل کے مخالف ہو۔ اور جس کے سامنے
عقل سلیم سر تسلیم خم نہ کرے حاصل کلام بالآخر اس پر آ ٹہرتے ہین کہ مذہب کلیۃً مطابق عقل ہے جو دوسرے فریق کا دعوی
ہے۔ لیکن یہی اپنے عقیدہ مین کسیقدر سخت ہین۔ اس جگہ ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ مذہب سے عقل کو مطابقت
ہے تو پہر مذاہب کی ضرورت کیا ہے۔ ہر شخص کو اوس کی عقل پر چہوڑ دیا جاتا تو عقل سے وہی مقصد حاصل ہو جاتا جو
مذہب سے مقصود ہے مگر بات یہ ہے کہ جہان انسانی طبیعتون مین اختلاف ہے۔ وہان عقلون مین تباین ہے
اور اسی کے ساتہہ خواہشون مین بہی۔ بعض کی قوت عقل زیادہ ہے۔ بعض کی کم۔ بعض کو غناء و سماع پر رغبت ہے۔ تو
بعض کو غذا و جماع پر۔ کوئی فریب و دغا مین مست۔ تو کوئی حرب و دغا مین مگن کل حزب بما لدیھم فرحون اس لیئے
مذہب کی ضرورت ہے کہ ترغیب و ترہیب اور حلت و حرمت سے نفسانی خواہشون کا زور ٹوٹے۔ ترک و اختیار
کی حدین معین ہون اور عارف و عامی اوس مین برابر رکہے گئے۔ جیسے دنیوی قانون جس کے موضوع عاقل و جاہل دونون
ہین۔ جس کا اثر دونون پر محیط ہے۔ اکثر مذہبی احکام ایسے ہین جن کے مفاد تک عقل پہونچتی تو ہے لیکن مذہب کے
تجربہ کے بعد۔ پس اگر عقل پر اکتفا کیا جاتا تو قطع نظر ناقص العقلون کی محرومی کے اہل عقل کے ایام خالیہ کا خسارہ یا کفارہ
کس کے سر ہوتا (یعنی جن مسائل مذہبی کو مدت کے تجربہ کے بعد اونہون نے دریافت کیا اور ایک مدت تک آدن سے
غافل رہے۔ اوس زمانہ کی بازپرس کس سے ہوتی) پہر دیکہنا جاے کہ گنتی کے کتنے آدمی ہوتے جو اس فیض سے محروم
ہوتے اور عقول ناقصہ کے لیئے تو وہی وقت بلکہ اوس سے زیادہ اب بہی موجود تہی۔ مذہب سے بالاستیعاب
ظاہری و باطنی فوائد بلا تکلف و فعتاً حاصل ہو جاتے ہین۔ مثلاً ڈاڑہی مندانا شرعاً ممنوع ہے اور مذہبی حکم کے اثر سے

ابتک اس پرعمل ہوتا چلا آیا ہے لیکن جو مصلحت اس مین تہی - شاید وس عاقلون کو بہی معلوم نہ تہی - اب حکماے یورپ
کی تحقیقات سے کہلاکہ اُسترہ پہروانے سے اون نازک رگون کو جن کا تعلق انکہون سے ہے صدمہ پہونچکر بصارت کو
نقصان پہونچتا ہے - اوسی وقت اس امر کا اظہار کیا جاتا تو زیادہ فائدہ بخش نہ تہا بلکہ اوس زمانہ کے سادہ اور جاہل طبعیین
استدلالًا اس کی معتقد نہین ہوسکتی تہین - کل امر مہون باوقاتہا - اور تجربہ سے ظاہر ہے کہ روزمرہ پیش انیوالے واقعات
مین ہمیشہ کچہہ نہ کچہہ ہماری عقل غلطی کیا کرتی ہے - جس کی اصلاح یا تو دوسرون کی راے سے ہوتی ہے یا کسی دوسرے
وقت خود ہماری راے راہ صواب پر آجاتی ہے - پہر ایسے غلط کار اتنا بہاری بوجہ کیونکر اوٹہا سکتی تہی - افلاطون اور
اور سقراط اپنے زمانہ کے بڑے پایہ کے فلاسفر تہے جن کا اعتراف موجودہ زمانہ بہی کر رہا ہے وہ ہمیشہ علم کی تقیسم اور تحریر کے
مخالف رہے - حالانکہ اس زمانہ کا معمولی عقل والا بہی اوس کی ضرورت کو بڑی شد و مد کے ساتہہ تسلیم کر رہا ہے
جب عقل کا - اور ایسے فلاسفرون کی عقل کا یہ حال ہے تو مذہب کا کام عقل کے سپرد کر دینا کس قدر بے عقلی ہے - ارباب
زمانہ کے حالات کو سرسری نظر سے دیکہا جائے تو بہت سے عقلمند موحد ایسے ملین گے جو عبادات یا اعمال حسنہ کی طرف
بہولے بہٹکے بہی رخ نہین کرتے اور منہیات مین منہمک رہتے ہین - ایک گروہ دنیا مین ایسا پیدا ہوا ہے جو نکاح عقد
سگائی ہنگینی - بواہ اور گونے کی کچہہ پرواہ نہین کرتے بلکہ نفسانی خواہش کو کسی طرح پورا کر لینا جایز سمجہتا ہے - غور کیا
جاے تو مختلف درجہ کی عقلون کے ایسے مختلف اور ناقص فتوے اگر عام طور پر نافذ او روا جب العمل مان لئے جائین
تو نظام عالم مین کتنا بڑا فساد پیدا ہو جاے - مین نے اس سے پہلے لکہا ہے کہ فریق ثانی بہی اپنے عقیدہ مین سخت ہے
اس سے یہ معنی نہین کہ بعض اصول یا فروع مذہب خلاف عقل ہین - خلاف تو نہین ہین - لیکن ہماری عقول کی وہان تک
رسائی نہین - اس لئے قاطبۃً ہر بات کو معیار عقل پر کس کر عمل کرنا نہایت مخدوش ہے اور قابل احتراز - انسان کی
طبیعت روزمرہ کے تجربات پے در پے واقعات اور متواتر مشاہدات سے معقولات کی متعود ہو جاتی ہے
اور ہر امر کے لئے تطابق عقل ڈہونڈہتی ہے - کسی بات کو بلا ثبوت آغوش قبول ہی مین نہین لیتی - کچہہ بہی کیون نہو
بلا رد و کد و چون و چرا تسلیم نہین کرتی - اس بنا پر ہمارے بعض ریفارمرون نے دہوکا کہایا - اور

فرشتہ۔ شیطان اور آسمان کے وجود سے صراحتہً یا کنایتہً انکار کیا ہے۔ ہر کلیہ مین کچھہ مستثنیٰ ہوا کرتے ہین۔ اور
قابل تسلیم ہے کہ کلیہ قاعدہ بعض افراد پر صادق نہ آنے سے غلط نہین ہوجاتا اس لئے مذکورہ بالا چیزون
سے انکار سخت بیہودہ غلطی ہے۔ جب کہ ہم اپنی عقل کی مجبوری اور معذوری اور شکستہ پائی۔ دنیوی چھوٹے چھوٹے
معاملات مین دیکھتے ہین اور علماے سلف و خلف کے حالات زندگی سے عقل کی غلطیان مشاہدہ کرتے ہین
کہ وہ مشرق کی کہتے ہین تو یہ مغرب کی۔ ایک کہتا ہے کہ آفتاب سرد ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ نہین گرم۔ کوئی زمین کو
ساکن کہتا ہے کوئی متحرک۔ علی ہذا القیاس تو بڑی نامناسب بات ہے کہ اپنی عقل پر بھروسہ کرکے جو چیز اپنی سمجھہ سے
بالاتر ہو۔ موہوم اور بے اصل خیال کرلی جاے۔ ملکی قانون جو بڑے بڑے عقلا کی جرح و قدح سے اور چھان
بین ہوکر ایک صورت اختیار کرتا ہے وہ ہر سال کم سے کم نیا جنم لیکر نکلتا ہے الغرض عقل کی ایسی کیفیت ہے
جیسے تنکے کی بھور مین۔ اوس پر پورا اعتماد نہین ہونا چاہئے۔ ہان جہانتک دنیوی حیثیت سے کارآمد ہو وہانتک
اوس کے احکام پر عمل کرنا مناسب ہے۔ عقل ایک قوت متصرف بالآلات اور مدرک بالذات ہے۔ یعنی محسوس اشیا
پر حکم لگا دیتی ہے۔ جہان حواس ظاہری کا دسترس نہین ہوتا وہان عقل بھی لنجی اور اپاہج ہے۔ اور حواس کی غلطی سے
اوسکا حکم بھی غلط ہوجاتا ہے۔ اوس کی جولانیان حواس خمسہ ظاہری کے بل بوتہ پر ہین۔ اور حواس خمسہ کے احساس
عالم لئے حد مقرر ہے۔ آنکھہ زیادہ دور کی چیز صاف یا بالکل نہین دیکھہ سکتی۔ کان اصوات بعیدہ سن نہین سن سکتے
کسی طرح ایک حس دوسرے کا کام کرہی نہین سکتا۔ جب کارکنان عقل کا یہ حال ہے تو اون کے عامل کی قوہ بھی
محدود ہونی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ مخلوقات امری پر اوسکو اطلاع نہین ہوسکتی (دو قسم کی مخلوق ہین۔ ایک خلق وہ
جو حواس خمسہ ظاہرہ سے محسوس ہوسکتی ہے اور جو اس کے برعکس ہین وہ عالم امر کہلاتے ہین) عقل کی نارسائی سے
اون کی بے وجودی کا قائل ہونا گویا خدا کی قدرت کو محدود کردینا ہے۔ یا اس کی نامتناہی قدرت اور صنعت پر
احاطہ کا دعوی کرنا۔ جو کسی صورت سے ممکن ہی نہین کیونکہ محاط اپنے محیط پر احاطہ کی قدرت ہرگز نہین رکھتا۔ آسمان
کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ جو نیلاہٹ ہے انتہاے حد نظر ہے اور کچھہ نہین۔ کیونکہ دوربین وغیرہ آلات کے تجربہ

سے کسی جسم کا وجود ثابت نہین ہوتا۔ اس کی بابت ہمین اتنا خیال رکہنا کافی ہے۔ کہ ممکن ہے کہ اس دوربین کی قوت بہی اپنے عامل (آنکہہ) کی طرح محدود ہو اور یہ نیلاہٹ اسی کا اصلی رنگ ہو۔ اور جرم آسمانی کوئی شفاف جسم ہو جیسے آئینہ وغیرہ۔ کیونکہ ہماری آنکہہ آینہ خانون مین اکثر دہوکا کہاتی ہے۔ اور اینہ کی جسمیت دور سے نہین معلوم ہوتی۔ اور جب ہمکو کوئی دینوی ضرورت انکار وجود آسمان پر مجبور نہین کرتی اور جسم ماننے سے کوئی نقصان عائد حال نہین ہوتا۔ تو پہر کوئی ضرورت نہین کہ خواہمخواہ اوس کے وجود سے انکار کرین۔ الحاصل نہ بانیان مذاہب بےعقل تہے اور نہ عقل کوئی بیکار چیز ہے مذہب و عقل دونون متحد ہین۔ بلکہ باہمدگر معاون۔ جو کچہہ اختلاف یا تضاد نظر آتا ہے وہ ہمارے نقصان عقل یا اوس کے سوء استعمال کا نتیجہ ہے۔ فقط محمد ذکی

تمت بالخیر

قطعہ تاریخ کتاب عجائب از فکر صائب مولوی میر محمد قدرت علی شاہ تائب رحمانی بخاری ثم علی گنجوی اوستاد حضرت سجادہ نشین صاحب اجمیری سلمہ اللہ الواہب

حبذا کیا کتاب اعلیٰ ہے
جس کی خوبی ہے مرکز افہام

جس کی سطرین سواد کاہکشان
جس کا نقطہ قران سعد ہمام

جس کی لفظین ہین رو کش پروین
جس کا مضمون ہے مثل ماہ تمام

جس کے معنی ہین رمز امکانی
جس کا مطلب ہے صورت ادغام

جس کے پڑہنے سے رتبۂ توحید
بے تکلف ہو حاصل اوہام

جس کا ہر حرف طالب حق کو
زیب ایمان ہے رغبت اسلام

ہے یہ فکر ذکی ذی رتبہ
نام ماضی ہے جس کا رنگ کلام

یادگار سلیم چشتی ہین
ان کے مورث ہین نائب خواجہ
ہے فتح پور سیکری مین مزار
کہا تائب نے مصرع تاریخ

یہ سراج و ذکی نیک انجام
مورد قدسیان ہے ان کا مقام
ہے پے حاجت روائی ہر کام
فیض ہے ایک یہ کرم ہے عام
۱۳۳۷ھ

قطعۂ تاریخ طبع از جناب قاضی محمد فدا حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ

خاص مضمون لکھے ہین بہر عوام
سلک گوہر ایک فقرہ ہے
ہر مصنف کی روح پر نازل
لکھے سال طبع کتاب فدا

ہے عجب شان جلوۂ اکرام
بحر طبع سے دُر ہوئے انعام
رحمت ذو الجلال و الاکرام
یہ ہے اب ایک حسن خدمت عام
۱۳۳۷ھ

معذرت

عالمگیر جنگ یورپ کے سبب سے سامان طباعت کی گرانی اور عمدہ کاغذ میسر نہ اسکنے کی وجہ سے یہ کتاب افسوس ہے کہ باعتبار اپنی معنوی خوبی کے ظاہری زیب و زینت سے معرا ہے اور معمولی کاغذ پر چھپ کر پیش ناظرین ہوتی ہے۔ لکھنؤ کے اپر انڈیا پیپر مل کے کارخانہ سے اس سے عمدہ کاغذ ہم کو نہین دستیاب ہوسکا۔ انشاء اللہ طبع ثانی مین جو نقائص و کمیان ہین سب رفع و پوری کر دی جائین گی۔

غلطنامہ کتاب مصباح الاسلام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۸	ولبت	ولیت	۲۰	۱۴	لالچ بہی ویدیا	لالچ بہی دلایا
۵	۵	یہ بہی	یہی	″	۱۸	آنحضرت	آنحضرت نے
۶	۱	باصور جسمیہ	یا صور جسمیہ	۲۲	۱۷	جو کاتون	جون کاتون
″	۳	تغیر ہے	متغیر ہے	۲۳	۱	مرسل	رسول
۷	۱۵	اونہون صرف	اونہون نے صرف	″	۱۰	علی عہدنا	علی عبدنا
۸	۱۷	غیر محدود القدرت	غیر محدود القدرت ہے	۲۵	۴	متاثر ہون	متاثر نہون
۱۰	۶	اس ہم	اس لیئے ہم	۲۷	۱	لقب کے	لقب سے
″	″	اولت	اولیت	″	۳	کرتے مین	کرنے مین
″	۱۹	انڈے ہین	انڈے کہتے ہین	″	۱۲	مذہوم	صفت مذہوم
۱۲	۱۹	مانا لوا	مانا لوا	″	۱۵	تحریرون سے	تحریرون کے
۱۳	۶	ہوتا	ہونا	۲۸	۹	سظام عالم	نظام عالم
۱۴	۲	عظیم	طوفان عظیم	۳۰	۱۹	اوس اجر	اوس کا اجر
″	″	آریون	آریون کا	۳۱	۴	اوس منشا	اوس کا منشا
۱۵	۱۱	طریقے	طریقہ	″	۷	پہر	اور پہر
″	۱۳	ایقاسے	القائے	۳۳	۲	بنا ڑہی	بنا بڑہی
۱۶	۸	تو اوس وقت	گو اوس وقت	″	۳	خد	خدا
″	۹	رذائل دیا گیا	رذائل قرار دیا گیا	″	۵	معانہ	معاملہ
۱۷	۱	اوس	اوس کے	″	۹	تو اچہی	تو وہ اچہی
۱۸	۳	ہمارے	کہ ہمارے	۳۵	۱۸	سے ہے عرف	سے ہے کہ عرف

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷	۱۸	اجتہاکے	اجتہادی
۳۹	۱۶	مستم باشان	مستم الشان
۴۲	۳	اچہا	گواچہا
"	۱۰	دیاگیاتہا	دیاتہا
"	۱۴	تشنبیۃً	تسبیۃً
۴۴	۱	زندگی ایک	زندگی
"	۱۰	حاسیہ	حاشیہ
"	"	کسی حاشیہ	کسی حاشیہ
"	۱۱	ایک حاشیہ	ایک حاشیہ
"	۱۵	عالم ریوٹر	عالم پرپہوٹر
۴۵	۷	توکم	قوم
۴۶	۱۰	جن مین	جن
۴۷	۴	سن نے	سینے
"	۱۵	[illegible]	جُثہ
۵۰	۲	مقرر پر پلٹیا	مقرر پلٹیا
۵۲	۲	مقروضہ	مفروضہ
۵۴	۲	مشروط	شروط
"	۹	غلام حسین	غلام حسنین
"	۱۱	نہین ہے	نہین ہین
۵۶	۱۰	درجہ شاخ	درجہ کی شاخ
۵۸	۹	کس نے	کسی نے
۶۲-۶۳	—	صفحہ ۶۲ پر صفحہ ۶۳ کا مضمون اور صفحہ ۶۳ پر صفحہ ۶۲ کا مضمون چہپ گیا ہے۔	
۶۳	۹	پر کی مین	پر کر اون کو اس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۶	۱	متمکن پوشیدہ	متمکن و پوشیدہ
۶۸	۶	ہے .... جائین	ہے اور اگر یہ قاعدہ مجاز مرسل زمین کے لیے تو اس کے معنی ہال ہین کے بعد کے لئے جائین
۷۰	۸	معاوہ	مادہ
۷۱	۷	اون ہان	اون کے ہان
"	۱۴	ادائے سخن	روئے سخن
"	۱۴	ترتر	برتر
۷۴	۱	روادار	اس کے روادار
"	۵	نرضیت	فرضیت
"	۱۱	اس نے	اس سے
"	۱۲	طمس	طمث
۷۵	۵	جون	ہون
"	۱۲	بشرو	بشرط
۷۸	۱۱	چہوٹون	چہوٹون کو
۸۳	۶	یا لوجہ وقت	یا بوجہ رقت
"	۷	غذاے جو	غذائی کو جو
"	۱۳	کوگوشت خوار	کے گوشت خوار
۸۴	۱۶	سب مادے	سبب مادے
·	·	کل مضمون صفحہ ۸۶ و مضمون ۸۷ بعنوان نباتات بہی حیوانات خور ہین فٹ نوٹ صفحہ ۸۵ کے ذیل مین ایک ہی مضمون ہے۔	
۸۷	۱۴	بحرۃ الکاہل	شجرۃ الکاہل
۸۸	۱۲	مخالف	تخالف
۸۹	۱۴	لیکن مذہب کے	لیکن مدت کے
۹۱	۱۵	یہ بہی	یہ ہی

اطلاع

اس کتاب کی حسب ضابطہ رجسٹری
ہو گئی ہے باوجود گرانباری مصارف
قیمت صرف ایک روپیہ رکھی گئی ہے
سردست صرف پانچسو جلدیں طبع ہوئی
ہیں ذیل کے پتہ پر کتاب دستیاب
ہو سکتی ہے

پتہ - شیخ امیر الحسن صاحب
رسالدار قصبہ فتح پور سیکری ضلع آگرہ یو پی